یہ تھا کہ ایک خاص اخبار جاری کیا جائے جس سے جمہور اہل اسلام کو خلافت کے متعلق یکجا طور پر معلومات حاصل ہون، اس روزنامہ نے اسی ضرورت کو پورا کیا ہے، جو اصحاب خلافت لٹریچر پر وسیع نظر رکھنا چاہتے ہین ان کے لئے اسکا مطالعہ بہت مفید ہوگا، قیمت صہ رسالانہ،

روزنامۂ رعیت، یہ اخبار خواجہ حسن نظامی کی ایڈیٹری مین دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے، اُسکا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے، جسمین ایک مضمون "رعیت کا پیام محبت" جو مسٹر عبد الماجد بی، اے کے زور قلم کا نتیجہ ہے، اسمین بتلایا گیا ہے کہ رعیت کے اجرا کے کیا مقاصد ہین، اور ان مقاصد کے لحاظ سے رعیت اور دوسرے اخبارات مین کیا فرق ہے؟ مضامین کی ترتیب عمدہ، اور اقتباسات دلچسپ ہین، قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۱؍، پتہ: رعیت دہلی،

روزنامۂ زمانہ، اس نام کا ایک اخبار مولوی محمد اکرم خانصاحب کی ایڈیٹری مین کلکتہ سے جاری ہوا ہے جو ایک کہنہ مشق اخبار نویس ہین، اور ان کے زیر ادارت اخبار قومی مسائل پر نہایت پُرجوش مضامین لکھتا ہے، لیکن بااین ہمہ زبان کی ناہمواری افسوسناک ہے، بعض جگہ طرز بیان اسقدر بلند اختیار کیا جاتا ہے، گویا سامنے الہلال مرحوم کا فائل کھلا ہوا ہے، اور بعض جگہ انتہائی پستی پیدا ہو جاتی ہے، اس ضروری اصلاح کے بعد امید ہے کہ یہ اخبار قوم وملک کے لئے ہر طرح مفید ثابت ہو، کلکتہ سے اردو روزانہ کی سخت ضرورت تھی، یہ اخبار اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نکلا ہے، اسکی قیمت ۱؍ فی پرچہ ہے اور نمبر ۲۹ اپر سرکلر روڈ کلکتہ سے مل سکتا ہے،

مجلد ششم | ماہ ذیقعدہ سنہ ۳۸ھ مطابق اگست سنہ ۲۰ء | عدد دوم

مضامین

جدید مطبوعات

رُوح الاجتماع، یعنی ڈاکٹر لی بان کی کتاب "جماعتہاے انسانی" کے اصول نفسیہ کا ترجمہ، از مولانا محمد یونس فرنگی محلی، قیمت عہ/-

"منیجر"

شذرات

جنگ کے اثرات نے یورپ مین شوہرون کا قحط پیدا کردیا ہے، فرانس مین اسوقت تقریباً بیس لاکھہ لڑکیان قابل ازدواج عمر کی ہین، جنہین شوہر دستیاب نہین ہوتے، اور کل یورپ مین اس قسم کی غیر منکوح خواتین کی تعداد بمقابلہ مردون کے ڈیڑہ کرور زاید ہے، مردان اور عورتون کی آبادی کے اس عظیم الشان عدم تناسب کی صورت مین ایک مشرقی دماغ [کو] دو ہی راستہ کہلے ہوئے نظر آسکتے ہین، یعنی یا تو تعدد ازدواج کو رواج دیا جائے، اور یا یورپین خواتین کو باہر والون کے حبالۂ عقد مین دیا جانے لگے، لیکن مہذب و متمدن، روشن خیال و جدت [پسند] مغربی دماغون کے لئے یہ دونون صورتین قطعاً ناقابل قبول ہین، مغرب کی خودداری و علو نفس کے لئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے ہان کی کسی "شمع بزم" کو دوسرون کے ہان بطور "چراغ خا[نہ]" کے دیکہہ سکے، علیٰ ہذا اسکی تہذیب و شائستگی، تعدد ازدواج کی جاہلانہ و وحشیانہ رسم کا نام سننے کے لئے ایک لمحہ کی بھی روادار نہین ہوسکتی -

---

ڈاکٹر کارنو ایک فرنچ محقق ہین، انھون نے پیرس کے ایک طبی رسالہ مین اس دشواری [کا] علاج اپنے ملک کے لئے یہ تجویز کیا ہے کہ سرے سے رسم نکاح کو اڑا دیا جائے، اسلئے کہ [...] فریضۂ امومت ادا کرنے کے لئے ہر طرح کے قیود و رسوم سے بالکل آزاد کردیا جائے اس لئے کہ

عورت کا مقدم ترین فرض افزائش نسل ہے، جسکو مراسم نکاح سے مقید کرنا بے معنی ہے، اور ان غیر منکوح ماؤن سے جو اولادین پیدا ہون، انکی پرورش و پرداخت کی ذمہ داری حکومت کے سر ہو، اور ان کا انتساب ابوت بجائے افراد کے قوم و سلطنت کی جانب کیا جائے۔

جو قومین نکاح کو محض ایک رسم اور اتحاد مادی و جسمانی سمجھتی ہین، ان کا اس نتیجہ تک پہنچنا بالکل قدرتی ہے، لیکن جن ممالک مین یہ رسم وصال حقیقی کا پرتو، اور اتحاد روحانی کا عکس سمجھی گئی ہے، وہان کے باشندے قبل اسکے کہ جادۂ تہذیب پر تیز گامی شروع کرین، بہتر ہوگا کہ رہبر و رہزن کے فرق کو اچھی طرح ذہن نشین کرلین -

---

لندن مین رشنلسٹ ایسوسی ایشن (انجمن عقلیین) کے نام سے آزاد خیالون کی ایک نامور انجمن سنہ ۱۸۹۹ء سے قائم ہے، جسکا مقصد یہ ہے کہ معتقدات مذہبی کو مٹا کر عقل پرستی کی ترویج کیجائے، اسکا ماہوار رسالہ (لٹریری گائڈ) دلچسپ معلومات، اور عام فہم علمی مضامین کا خزانہ ہوتا ہے، اور اسکی بیشتر سالانہ مطبوعات، مستند و بلند پایہ، سلیس و عام فہم ہونے کے ساتھ قیمت مین بھی غیر معمولی طور پر ارزان ہوتی ہین، اسکی شاخین دنیا کے ہر ملک مین قائم ہین، اور اسکا سالانہ چندہ رکنیت بھی بہت قلیل ہے، ان حالات کے ساتھ اسکی گذشتہ سالانہ رپورٹ دیکھکر حیرت ہوئی کہ ابتک اسکے ارکان کی مجموعی تعداد ۹۸،۲ ہے، جسمین سے برطانوی ارکان کا شمار کل ۰۰،۱ ہے! برطانیہ کی آبادی تقریباً ۴½ کرور ہے، جسکا بیشتر حصہ تعلیم یافتہ ہے، اور مسیحیت کی جانب سے جو عام بے التفاتی ہے، وہ بھی ظاہر ہے، بااین ہمہ بست سالہ کوششون کے بعد بھی اتنی وسیع آبادی مین اتنی قلیل تعداد کا شریعت عقل پر ایمان لانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اگرچہ عملاً یورپ مین مذہب الحاد ہی کا دور دورہ ہے، تاہم کسی ایسی تحریک کو

مقبولیت وہان مشکل ہی سے حاصل ہوسکتی ہے، جبمین الحاد کو علم وسنجیدگی کی روشنی مین
کرینکی کوشش کیجائے، سچ یہ ہے کہ جن لوگون نے مال و دولت، جاہ ومنصب عیش وعشرت
کو اپنا معبود بنالیا ہے، ان سے علم وحکمت کی پرستش ہونا بھی ناممکن ہے، اُنکے لئے جس طرح
موسیٰ وعیسیٰ کے الہامات ناقابل التفات ہین، اسی طرح مل واسپنسر کے مقالات، اور
ہکسلے وٹنڈل کے خطبات بھی بے اثر ہین،

اخبارات مین یہ خبر کئی مہینہ ہوے شائع ہوئی تھی کہ مملکت آصفیہ مین قدیم ونادر اردو
کتابون کی تصحیح، تہذیب واشاعت کے ایک جدید محکمہ کے قیام، اور اُسکے مصارف کے لئے
ایک لاکھ سالانہ کی رقم کی منظوری صادر ہوئی ہے، پچھلے مہینہ دفتر معارف مین جو سرکاری
اطلاع موصول ہوئی، اُس سے معلوم ہوا کہ اس سررشتہ کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے
جسکے صدر نواب عماد الملک بہادر (مولوی سید حسین بلگرامی) ہین جنکا علم وفضل محتاج تعارف
نہین، اور جن سے موزون تر انتخاب اس خدمت کے لئے ناممکن تھا، دائرۃ المعارف جو
تیس سال کی مدت سے عربی کتابون کی خدمت نیم سرکاری حیثیت سے کر رہا تھا، اب سرکاری
صیغہ کی حیثیت سے اسی جدید سررشتہ مین ضم کردیا گیا ہے، بہتر ہوگا، اگر اس سررشتہ کا دائرہ عمل
کتب عربی تک محدود تر ہے، بلکہ اُردو کی قدیم ونادر تالیفات کی تہذیب واشاعت بھی یہ
اپنے ذمہ رکھے، اُمید ہے کہ صدر الصدور مذہبی دولت آصفیہ مولانا مولوی حبیب الرحمن خان
شروانی کے فضل وکمال سے بھی یہ شعبہ پورا فائدہ اُٹھائیگا۔

مولانا سید سلیمان ندوی اپنے تازہ عنایت نامہ مین تحریر فرماتے ہین:۔ "چند روز ہوے

شکسپیر ہٹ" مین جہان ہندی طلبہ کا مسکن ہے، پیامبر امن ٹیگور کی زیارت ہوئی،
طلبہ نے ان کے اعزاز مین جلسہ کیا تھا، جس وقت وہ جلسہ مین آئے تو میرے سامنے عمر خیام کی
صورت کھینچ گئی، دراز قد، لمبی داڑھی، بڑا زرد کرتہ، ژولیدہ مو، ایک سیاہ گول بڑی ٹوپی،
پورے جلسہ بھر فرش پر سر نیچے کئے بیٹھے رہے، آخر مین لوگون نے تقریر پر اصرار کیا، تو نہایت متانت
کے لہجہ مین آنکھین نیچے کئے چند منٹ تک بیٹھے بیٹھے باتین کین جسمین یہ اظہار تھا کہ مین شہرت کو
جو بدنصیبی سے مجھے حاصل ہوگئی ہے، اپنا دشمن جانتا ہون، مین ایک زاویہ پسند عزلت نشین
آدمی تھا، عزت کی جگہون سے بھاگتا ہون، شور وغل کو ناپسند کرتا ہون"،

مولانا نے اسکے آگے یہ نہ لکھا کہ فضائے مغرب کے شور محشر مین اس نغمہ سکون و
راحت کے چند اصوات کا کیا اثر ہوا۔

مولانا ایک دوسرے عنایت نامہ مین فرماتے ہین:۔ "کل ایک کتب فروش کی دوکان
مین گیا تھا، اسکی وسعت کو دیکھکر حیران ہوگیا، یہ برٹش میوزیم کے محلہ مین واقع ہے، ہر موضوع،
ہر بحث کی کتابون کا الگ صیغہ اور الگ عملہ تھا، مشرقی زبانون اور کتابون کا الگ، نقشون کا
الگ، تاریخ کا الگ، غرض ایک ایک علم وفن کا الگ"۔

انگریزی لٹریچر کی وسعت وترقی کا ایک بڑا سبب اسکے ناشرین اور کتب فروشون کی
حوصلہ مندی ہے، اردو زبان کے ناشرین (پبلشرز) وکتب فروش جب تک اسی اہتمام،
باقاعدگی، خوش سلیقگی وجامعیت سے کام لینا نہ سیکھین گے، تنہا مصنفین ومولفین کی کوششین
قیامت تک بار ور نہین ہوسکتین۔

مقالات

حقیقت علم

(نمبر ۵)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان فلاسفہ نے نفس انسانی کی اس خاصیت کو نظر انداز کر دیا
کہ جب ایک قسم کی چند مثالین انسان کی نگاہ کے سامنے گذرتی ہین تو وہ انکی جزئی تشخص
حذف کر کے ان سے ایک مفہوم کلی پیدا کر لیتا ہے جسکو ہم کلیت سے تعبیر کرتے ہین ا
نفس انسانی کی یہ دوسری خاصیت بھی فلاسفہ نظر انداز کر گئے ہین کہ جب ایک قسم
واقعات بار بار انسان کی نگاہ کے سامنے سے گذرتے ہین تو بار بار ان واقعات کے گذر
اسکے ذہن مین عالمگیر نظام عالم کا تصور پیدا ہوتا ہے جو اسکے ذہن مین یہ خیال پیدا
ہے کہ اس قسم کا واقعہ آیندہ بھی اسی طرح ظہور پذیر ہو گا اسی کو ہم وجوب سے تعبیر کرتے
اس سے معلوم ہوا کہ فلاسفہ نے وجوب و کلیت کے متعلق اپنا یہ خیال قائم کرتے وقت
نفس انسانی کی چند دقیق اصول کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن چونکہ کلیت و وجوب
ان ادراکات سے بحث کرنا ہمارے موضوع کی حد سے خارج ہے اور ان مباحث
اصل جگہ استقراء کی حقیقت اور اوسکی نفسانی اہمیت کے بیانات ہین اسلیے ہم یہان مفصل
بحث سے گریز کرتے ہین. غرض مذکورہ بالا مثالون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ
جتنے عام تر کلیات ایسے ہین جو بظاہر حیات سے بے نیاز نظر آتے ہین اگر تحلیل کیجائے

تو نظر آئیگا کہ انکی انتہا بھی حیات پر ہوتی ہے اور بغیر ان احساسات کے نہ یہ کلیے کسی طرح
قائم نہین ہو سکتے تھے اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دنیا کا کوئی علم بھی بلا حیات کی
وساطت کے حاصل نہین ہو سکتا ہے،

(۲) لیکن اس دلیل کے علاوہ ہمارے پاس اپنے دعویٰ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جب قوت
ہمارے حواس مین سے کسی حاسہ مین کوئی نقص پیدا ہوتا ہے تو اس حاسہ کی قوت مین
کمزوری پیدا ہو جانے کے باعث انسان ان تمام ادراکات سے بھی محروم ہو جاتا ہے
جو اس حاسہ سے پیدا ہوتے ہین ایک اندھے کو دیکھو کہ اوسکو ان چیزونکا ادراک نہین
ہوتا جو حاسہ بصر سے ادراک کیجاتی ہین اور اسی لیے کبھی اوسکے ذہن مین ان چیزونکے
تصور کا بھی گذر نہین ہوتا جنکی بصارت سے وہ محروم رہا ہے۔ اگر بطلیموس اور کوپرنیکس
حواس ظاہری سے محروم ہوتے، تو مجسطی اور پرنسپیا کی تحقیقات سے کبھی دفترونکو
پر نہ کر سکتے، اور اونکے ذہن مین کبھی اجرام فلکیہ کا تصور نہ پیدا ہوتا۔ افلاطون نے
اپنی کتاب ریپبلک (جمہوریت) کے چھٹے باب مین تعلیم و تربیت کے اثرات کی توضیح کی
اس سے یہ ایک فرضی مثال ذکر کی ہے کہ اگر کچھ لوگ زمین کے آخری طبقہ کے کسی حصہ
مین اپنی پیدائش کے وقت سے بند کر دیے جائین تو اونکو دنیا کی کسی بات کا علم نہ ہوگا اور
اگر وہ ایک مدت کے بعد زمین پر لائے جائین تو وہ دنیا کی ہر چیز کو تعجب کی نگاہ سے
دیکھینگے، ہر چیز سے مبہوت ہونگے، اور آفتاب کو روشنی اور حیات کا منبع پاکر یہ خیال
کرنے لگین گے کہ آفتاب ہی عالم کا خالق ہے، گو افلاطون نے اس خیال کا اظہار
ایک فرضی مثال کی بناء پر کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ عزلت گزینی اختیار کرتے
ہین انکے خیالات نہایت تنگ اور انکا دماغ نہایت چھوٹا ہوتا ہے انکے خیالات

وتصورات مین وسعت نہین ہوتی اور چونکہ انکی روزانہ زندگی مین انکو بہت سی چیزون کا
تجربۂ حسی نہین ہوتا اسلیے وہ ان چیزونکے تصورات سے بھی خالی الذہن ہوتے ہین غرض
یہ ایک عام کلیہ ہے کہ حواس کی کمزوری اور نقص یا حسیات کے محدود ہونے کے باعث
انسان کے تصورات مین بھی وسعت نہین پیدا ہوتی۔ پھر یہ کلیہ محسوسات ہی کے ساتھ
خاص نہین ہے بلکہ محسوسات کی طرح جذبات کا بھی یہی حال ہے کہ جس شخص کو اپنی روزانہ
زندگی مین کسی خاص جذبہ کا تجربۂ حسی نہین ہوتا وہ اس جذبہ کے تصور سے بھی عاری
ہوتا ہے مثلاً ایک وہ شخص جسکی ساری زندگی خود غرضی پر عمل کرنے مین بسر ہوئی ہے
وہ ہرگز اپنے ذہن مین اس بات کا تصور نہین کرسکتا ہے کہ ایثار کے ساتھ کسی طرح
زندگی بسر کی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک حلیم شخص کبھی غصہ کی اس حالت کا اندازہ نہین
کرسکتا جو انسان کو دیوانہ بنا دیتی ہے غرض زندگی کے یہ تمام تجربے ہمکو اس بات کا
یقین دلاتے ہین کہ انسان کو جن باتون کا تجربۂ حسی اپنی زندگی مین نہین ہوتا ان کا
تصور بھی اسکے ذہن مین نہین پیدا ہوسکتا ہے۔

(۳) ان دلائل کے علاوہ اپنے دعوی کی تیسری دلیل ہمارے پاس یہ ہے کہ حسیات کی
ترقی سے معلومات انسانی مین نمایان اضافہ ہوتا ہے شیرخوار بچے چونکہ تمام حسیات سے
محروم ہوتے ہین اسلیے وہ تمام معلومات سے بھی محروم ہوتے ہین لیکن جون جون انکے
حسیات مین مقتضیات عمر سے ترقی ہوتی جاتی ہے انکے معلومات مین بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے
مرکب تصورات کی پیدائش بچونکے ذہن مین نہین ہوتی کیونکہ ابھی انکے ذہن مین مرکب
احساسات کا گذر نہین ہوتا یہی وجہ ہے کہ جو حسیات انسان کے ذہن مین ابتداء عمر مین پیدا
ہوجاتے ہین انکے تصورات بھی اسکے ذہن مین اسقدر رسوخ حاصل کرلیتے ہین کہ ان تصورات

اسکے ذہن سے نکالنا سخت مشکل ہوتا ہے پس انسان کے دماغ کو تعصب سے محفوظ رکھنے اور
اسکو صحیح غور و فکر کا عادی بنانے کی ترکیب اس سے بہتر کوئی نہین ہے کہ خارجی محسوسات
کے ذریعہ سے اسکے خیالات و ادراکات مین وسعت پیدا کیجائے اور ابتداء سے اسکے ذہن
پر ان مرکب تصورات کا بار نہ ڈالا جائے جنکا تجربۂ حسی اسکو اپنی روزانہ زندگی مین ابتک
نہین ہوا ہے لیکن اگر کبھی بچہ کا ذہن ان مرکب اور پیچیدہ تصورات کے بار سے دبا دیا
جاتا ہے تو اسکے دماغ کے ان حصون مین جو مرکز تصور ہین اختلال پیدا ہوجاتا ہے
غلط اور صحیح فکر کی تمیز جاتی رہتی ہے اور حسیات سے تصور کے اخذ کرنے کی فطری قوت
معدوم ہوجاتی ہے اب اسکے پاس اس قسم کا کوئی ذریعہ نہین رہتا جس سے وہ اپنے
تصورات کی صحت و غلطی کا اندازہ کرسکے کیونکہ تصورات کی صحت کا مدار حسیات پر تھا لیکن
اب اسکا تصور اسکے حواس کے قبضہ سے نکلکر مطلق العنان ہوگیا اور جو تصورات حس کے
راستہ سے نہین آتے ہین انکی صحت و غلطی بھی حس کے ذریعہ سے نہین جانچی جاسکتی ہے
غرض حسیات کے اضافہ سے معلومات کے اضافہ کا یہ بدیہی تجربہ بھی اس بات پر دلالت
کرتا ہے کہ تصورات کی پیدائش کا ذریعہ محض حسیات ہین،

(۴) لیکن ان سب دلائل سے بڑھکر اس بات کا قطعی ثبوت کہ انسان کے ذہن مین کوئی
تصور اسوقت تک پیدا نہین ہوسکتا تاوقتیکہ اسکا تجربۂ حسی انسان کو اپنی روزانہ زندگی
مین نہ ہوگیا ہو خود انسان کے ضمیر اور اسکے باطن کی شہادت ہے اور نفسانی مباحث مین
خود نفس کی اپنی شہادت سے زیادہ اور کوئی شہادت قطعی اور مسلم الثبوت نہین ہوسکتی،
مین خود اپنی ذاتی تجربہ کے بناء پر کہتا ہون کہ میرا ذہن ان اشیاء کا تصور کرنے سے
قاصر ہے جنکا خود یا انکی نظیر کا تجربۂ حسی اپنی روزانہ زندگی مین مجھے نہین ہوا مین اسکا

انکار نہین کرتا کہ دنیا مین اس قسم کے لوگ نہین پائے جاتے لیکن مین اپنی ذہنی تجربہ کی بنا پر کہتا ہون کہ مجھے اسکے خلاف کبھی تجربہ نہین ہوا ہے اور اپنے اس دعوی پر جتنے دلائل مین نے اوپر پیش کیے ہین انکے متعلق مین اپنے ذاتی تجربہ سے قطع نظر کرکے دوسرے لوگون سے یہ فتوی طلب کرتا ہون کہ ان دلائل کی صحت کے متعلق دوسرون کا نفسانی تجربہ کس بات کی شہادت دیتا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا مین ان لوگون کی مثالین بکثرت موجود ہین جو قوت بصارت سے محروم تھے لیکن جنکا کمال علمی زمانہ کے نزدیک مسلم تھا ہومر کو دیکھو کہ وہ پیدائشی نابینا تھا مگر اوسکی الیڈ اور اوڈیسی مین بکثرت ایسے واقعات مذکور ہین جنکے تصور تک کسی بینا اور شنوا کی بھی رسائی نہین ہوئی اور فسانہ نگاری کے کمالات کے علاوہ اسنے ان لفظون مین فطرت انسانی کا وہ مکمل مرقع کھینچا ہے جسکے تصور سے بینا اور شنوا لوگون کی عقلین قاصر ہین اسی طرح مسلمانون مین ایک فلسفی ابو العلا معری نامی ہوا ہے جو اپنے وقت کا نہایت مشہور و معروف حکیم تھا اسنے اپنی نظمون مین مسائل فلسفہ جس خوبی سے حل کیے ہین کیا کوئی دوسری کتاب اسکی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ لیکن بایںہمہ فضل و کمال وہ پیدائشی نابینا تھا اور اسی نابینائی کی حالت مین وہ الٓہیات اور طبعیات وغیرہ تمام علوم مین بہرۂ وافر رکھتا تھا اسکی منظوم کتابین مثلاً سقط الزند رسالۃ الغفران، لزوم مالایلزم وغیرہ ایک بلند خیال نابینا فلسفی کے خیالات کی ترجمانی کرتی ہین حاصل یہ کہ دنیا مین بکثرت مثالین ان لوگونکی موجود ہین جو فقدان حواس کے باوجود علم و فضل مین مشہور و معروف ہوئے ہین؛

بے شبہہ یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے لیکن جسمانی اور نفسانی حقائق کے متعلق کوئی کلیہ قائم کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہیے کہ دنیا مین کوئی قانون ایسا نہین پایا جاتا جو کچھ نہ کچھ مستثنیات نہ رکھتا ہو کارخانۂ قدرت باوجودیکہ نہایت منتظم اور کامل ہے مگر باوجود اس کے

جتنے فطری واقعات روزانہ پیش آتے رہتے ہین انکی بنا پر کوئی شخص کبھی تیقن کے ساتھ یہ نہین کہہ سکتا کہ ہمنے جو اصول مقرر کیا ہے اسکے خلاف کبھی کوئی واقعہ نہ پیش آئیگا پس اس بنا پر ہم ان مستثنیات کی وجہ سے جنکا شمار انگلیون پر ہو سکتا ہے اپنے اس اغلبی کلیہ مین کبھی ترمیم نہین کر سکتے ہین کہ انسان کے تصورات اسکے حسیات پر موقوف رہتے ہین اور کسی ایسی چیز کا تصور ذہن انسانی مین نہین پیدا ہو سکتا جو انسان کے تجربہ حسی مین کبھی نہ آئی ہو۔ یہ ایک نفسانی حقیقت ہے جو ہمارے نزدیک مسلم ہے اور اسکے خلاف جتنی شہادتین ہین انکو ہم مستثنیات مین شمار کرتے ہین[۱]،

(۳۰) علوم فطریہ ادلیہ کی حقیقت | پس اب اگر انسان کے کسی خیال یا انسان کے کسی قائم کردہ کلیہ کی بنا دریافت کرنا ہو یا اوسکی صحت و غلطی کے متعلق فیصلہ کرنا ہو تو پہلے یہ بات دریافت کرنا چاہیے کہ یہ خیال انسان کے ذہن مین کس احساس کی بنا پر پیدا ہوا ہے، اور صحت و غلطی کے اعتبار سے اس احساس کا کیا درجہ ہے اگر اوس احساس کے متعلق یہ باتین دریافت کرلین تو اس تصور کی حقیقت بھی بآسانی ہم دریافت کرلینگے تصورات کی صحت و غلطی کے جانچنے کا عام اصول ہے جو ہمارے بیانات سابقہ سے مستنبط ہوتا ہے لیکن فلاسفہ کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ انسان کے بہت سے خیالات و تصورات ایسے ہوتے ہین جو کسی سابق احساس پر مبنی نہین ہوتے بلکہ ذہن مین انکا حصول الہام فطری کے ذریعہ سے ہوتا ہے ان علوم کو علوم فطریہ کہتے ہین ان فلاسفہ کا خیال ہے کہ احساس کو انسان کے ہر خیال اور ہر تصور کی بنا قرار دینا سعی لاحاصل ہے لیکن جب ہم ان فلاسفہ سے یہ

[۱] تصور کے حدود کے متعلق دیکھو اسپنسر کی کتاب "اصول ادلیہ" کا چوتھا باب اور اوسکی دوسری کتاب "اصول علم النفس" نیز اس موضوع پر کانٹ نے اپنی کتاب "نقد النظر" مین اور سر ولیم ہملٹن نے اپنے مضمون (فلسفہ مطلق الشی) مین نہایت دلچسپ بحث کی ہے،

دریافت کرتے ہین کہ وہ کونسے علوم ہین جو اپنی پیدائش مین سابق احساس کے نہین بلکہ الہام فطرت کے محتاج ہوتے ہین تو وہ یہ جواب دیتے ہین کہ مثلاً خیال علت ہی ایک فطری تصور ہے جو کسی سابق احساس سے نہین بلکہ الہام فطرت کی بنا رپر پیدا ہوا ہے اسی طرح مثلاً اقلیدس کے علوم متعارفہ ہین کہ انکی پیدائش سابق احساس سے نہین بلکہ محض الہام فطرت کی بنا پر ہوئی ہے پھر سب سے آخر مین خدا کی ذات وصفات کے عقیدہ کو دیکھو خدا کی ذات و صفات محسوس نہین ہوتے اور اس لیے اس عقیدہ کی پیدائش کسی سابق احساس سے نہین ہوسکتی؟ غرض خدا کا عقیدہ الہام فطری کی ایک بین مثال ہے جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا اسیطرح اور بہت سے عقائد عامہ ہین جو نوع انسان مین مشترک ہین اور انکی صحت پر کبھی احساس سابق سے استدلال نہین کیا جاسکتا،

لیکن پھر اگر ہم ان فلاسفہ سے یہ پوچھتے ہین کہ علوم فطریہ کی علامت کیا ہے اور تم علوم فطری کو علوم غیر فطری سے کس طرح ممتاز کرسکتے ہو تو وہ اس سوال کا جواب یہ دیتے ہین کہ علوم فطری کی دو علامتین ہین کلیت اور وجوب یعنے یہ کہ انسان کے جتنے تصورات کلیت اور وجوب پر مشتمل ہوتے ہین وہ سب کے سب فطری ہوتے ہین اور انکی پیدائش مین احساسات سابقہ کو دخل نہین ہوتا،

ہم الہام فکری کے منکر نہین اگر کسی تصور کے متعلق یہ ثابت ہوجائے کہ اس کی پیدائش احساس سابق سے نہین بلکہ الہام فطری سے ہوئی ہے تو ہم مان لینگے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمکو دراصل اس طول طویل فہرست کے جزئیات سے اختلاف ہے جو فلاسفہ نے مرتب کی ہے ہم یہان اس مسئلہ سے مفصل بحث کرنا نہین چاہتے ہمنے اس بحث کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ اپنے دوسرے مضمون "وحدت وثنویت" مین تحریر کیا ہے

البتہ ہم یہان صرف یہ سوال کرنے کا استحقاق رکھتے ہین کہ علوم فطری سے کیا مراد ہے لیکن یہ ایک ایسا مشکل ترین سوال ہے کہ اسکا ٹھیک جواب فلاسفہ کی جانب سے ابتک کوئی نہین دیا گیا حالانکہ دراصل اسی سوال کے حل پر ساری بحث کا دارمدار ہے۔ ہیوم نے اس بحث کا جو فیصلہ کیا ہے وہ ایک حدتک ہمکو نہایت پسند ہے ہمکو اختصار کا پہلو جو مدنظر ہے اوسکے لحاظ سے ہم ہیوم کے فیصلہ کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہین۔ ہیوم کہتا ہے کہ۔

جن لوگون نے علوم اولیہ فطریہ کا انکار کیا ہے انکا مطلب اس انکار سے بجز اسکے کچھ نہین ہے کہ انسان کے تمام تصورات کی پیدائش کسی نہ کسی سابق احساس سے ہوتی ہے اور اس بنا پر وہ علوم فطریہ کی صنف کو بے معنی سمجھتے ہین اس بحث کے متعلق درحقیقت فیصلہ کن سوال یہ ہے کہ علوم فطریہ سے مراد کیا ہے؟ اگر علوم فطریہ سے یہ مراد ہے کہ جو فطرت کے جانب سے ودیعت کیے گئے ہین تو ظاہر ہے کہ یہ معنی بہت وسیع ہین اور اس معنی مین فطری کا لفظ کبھی مصنوعی کے مقابل مین استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی خرق عادت کے مقابل مین لیکن بہر صورت اس معنے کے لحاظ سے تصورات کے علاوہ دیگر کوائف نفسانی یعنے حسیات جذبات اور ارادہ وغیرہ کو بھی فطری قرار دینا پڑیگا اور اگر فطری سے مراد یہ ہے کہ وہ علوم جنکی پیدائش ولادت کے وقت بلکہ اس سے بھی پیشتر ہوتی ہے تو اس معنے کے لحاظ سے گویا اس بحث کا ماحصل یہ ہوگا کہ انسان کی کیفیات نفسی کی پیدائش کے وقت کی تحقیق کیجاے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ بحث کسیقدر فضول ہے پھر اسکے علاوہ بڑی مشکل یہ ہے کہ لاک وغیرہ کی تحریرات مین لفظ تصور مختلف مواقع کے لیے استعمال کیا گیا ہے لاک نے تصور کا اطلاق ایک موقع پر حسیات پر کیا ہے دوسری جگہ جذبات پر، اور تیسری جگہ تخیلات وتصورات پر، پس اگر ان مختلف

استعمالات کو مدنظر رکھا جائے، تو اس صورت مین صرف تخیلات کے ساتھ علوم فطریہ کی تخصیص کی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی اور اس صورت مین تصورات کی طرح جذبات وغیرہ کے متعلق بھی فطری ہونے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر ان معنون سے قطع نظر کرکے لفظ فطری کی تشریح اسطرح کیجائے کہ علوم فطریہ وہ علوم ہین جو کسی سابق احساس سے نہ پیدا ہوے ہون تو اسی معنی کے لحاظ سے اس بحث کے متعلق ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ احساسات بیشک الہام فطرت سے پیدا ہوتے ہین یعنے یہ کہ انکی پیدایش سابق احساسات سے نہین ہوتی لیکن تصورات سب کے سب غیر فطری ہین یعنے تصورات کی پیدائش الہام فطرت سے نہین بلکہ سابق احساسات سے ہوتی ہے[1]،

یہ ہیوم کا فیصلہ ہے اور اسی فیصلہ کو ہم یہان اس بحث کے لیے کافی سمجھتے ہین اس عمومیت کے ساتھ ہم علوم اولیہ کے انکار مین ہیوم کے مؤید نہین ہین،

(۳) اعمال تصور کی تحدید
لیکن جب یہ ثابت ہوگیا کہ تصور اپنی زبردست طاقت کے باوجود حسیات کے حدود مین مقید رہتا ہے، اور کوئی تصور حسیات کے دائرہ سے باہر نہین جا سکتا تو اب یہانپر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر تصور کی وسعت حدود کے کیا معنی ہین اور اگر تصور محض حسیات کی حد کے اندر محدود ہے تو پھر ہمارے ذہن مین وہ تصورات کیون پیدا ہوتے ہین جنکا وجود خارج مین نہین ہوتا یہ کہنا صحیح ہے کہ ایسے تصورات ہمارے ذہن مین پیدا نہین ہوتے کیونکہ تصور کی ہی زبردست طاقت ہے جو لٹریچر مین تشبیہات اور استعارات کا مواد فراہم کرتی ہے آتش سیال کا مشاہدہ خارج مین کسنے کیا ہے؟ عنقا کو دنیا مین کس نے دیکھا ہے؟ سنہرے پہاڑ کا حال دنیا مین ابتک کس کو معلوم ہوا ہے؟

[1] مضمون "حقیقت علم انسانی" از ہیوم صفحہ ۳۲ ۱۲

آب حیات کی جستجو اور تلاش مین کون کامیاب ہوا ہے؟ غرض ہر زبان کا لٹریچر ایسے الفاظ سے پُر ہے جنکے مصداقات خارج مین موجود نہین ہوتے ہین لیکن انکا تصور ذہن مین ہو سکتا ہے اور حقیقت مین یہ تصور ہی کی کرشمہ سازی ہے جو استعارہ طرازی، تمثیل بیانی، اور تشبیہ کے پردون مین ظاہر ہو کر انسان کے خیالات مین وسعت اور زبان مین مختلف اسالیب بیان پیدا کرتی ہے،

اس سوال کا جواب دینے کی غرض سے ہمین تصور کی اس تعریف کی جانب رجوع کرنا چاہیے جو ہمنے اوپر بیان کی ہے ہماری تعریف کا ماحصل یہ تھا کہ تصور وہ دماغی قوت ہے جو ان غیر مرئی اشیاء کو ہمارے پیش نظر کر دیتی ہے جنکا حس ہمین حواس کے ذریعہ سے پہلے ہو چکا ہے اس تعریف سے یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ گو تصور کے ذریعہ سے غیر مرئی اشیاء ہماری نگاہ کے سامنے محسوس ہو کر آتی ہین لیکن ان غیر مرئی اشیاء کا مواد سابقہ احساسات سے فراہم ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تصور کی تعریف سے احساسات سابقہ کی قید نکال ڈالنا تصور کی طاقت کا بیجا اور مبالغہ آمیز خیال قائم کرنا ہے تصور کی طاقت اس معنی مین بیشک وسیع ہے کہ انسان کے حواس سے اوسکو خدمت لینے کی حاجت نہین ہوتی لیکن اسکے یہ معنی نہین ہین کہ تصور نئی چیزونکو پیدا کر سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ تصور کی حالت ایک صناع کی ایسی ہے جسطرح ایک صناع ایک میز تیار کرتے وقت ان چیزون سے میز کا مصالحہ فراہم کرتا ہے جو قدرتاً میز بنانے کے کام آ سکتی ہین اسیطرح تصور بھی ایک نئی چیز پیدا کرتے وقت انہی احساسات سے کام لیتا ہے جو پہلے سے اس کام مین آنے کی قابلیت رکھتے ہین اور جس طرح صناع کی قدرت سے یہ باہر ہے کہ وہ لکڑی اور لوہے اور دیگر چیزونکو سرے سے خود پیدا کرے بلکہ اسکا کام صرف اسقدر ہوتا ہے

کردہ لکڑی اور لوہے وغیرہ چیزون کو جو قدرت کی جانب سے بنی بنائی موجود ہین فراہم
کرے اور انکو ایک مناسب وضع قطع مین ترتیب دیکر ایک میز تیار کرے بعینہ اسی طرح
تصور کی طاقت سے یہ باہر ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کا ادراک کرے جس کا حس ابتک نہ
نہین ہوسکا ہے ہان البتہ تصور یہ کرسکتا ہے کہ جو مواد ہمارے حواس نے فراہم کیا ہے
ملاکر انسے کسی نئی چیز کو ترتیب دے یا انمین سے بعض احساسات کو الگ کرکے نئی چیز پیدا
یا بعض خاص احساسات مین کسی دوسرے قسم کے احساس کا اضافہ کرکے ایک نیا مرکب پیدا
کرے حاصل یہ کہ تصور کا کام ایک صناع کی طرح صرف اسقدر ہے کہ وہ حواس کے فراہم
کردہ فطری مواد کو اکٹھا کرکے انسے نئی نئی چیزین پیدا کرتا رہے،

لیکن اگر اس سے زیادہ تصور کی وضاحت درکار ہو تو دوسرے طریقہ پر تصور کی
حالت کو یون سمجھو کہ جس طرح ایک کیمیا دان کبھی بعض مرکب چیزونکو لیکر انمین سے مفرد
عناصر کو الگ کرتا ہے کبھی وہ بعض متجانس عناصر کو لیکر انکو باہم ترتیب دیتا اور ان سے
ایک نیا مرکب پیدا کرلیتا ہے اور کبھی بعض مخالف عناصر کو جمع کرکے انکا مزاج قائم کرتا
اور مزاج قائم کرنے کے بعد ایک مناسب شکل مین انکو ترتیب دیتا ہے بعینہ اسی طرح تصور کا
کام صرف اسقدر ہے کہ کبھی وہ بعض مرکب احساسات کو جمع کرکے انکی تحلیل کرتا ہے کبھی بعض
متجانس احساسات کو فراہم کرکے انسے ایک نیا مرکب پیدا کرتا ہے کبھی وہ بعض مخالف
احساسات کی تلاش کرکے انکے درمیان ایک فرضی رابطہ پیدا کرتا اور اسکے بعد انکو ایک
نئی شکل مین ترتیب دیتا ہے اور کبھی وہ کیمیا دان کیطرح چند مفرد عناصر کو لیکر انکی روح
ایک مفہوم کلی کی صورت مین کھینچ لیتا ہے غرض ایک عمل کیمیادی کی طرح تصور کے اعمال
بھی چار قسم کے ہوتے ہین،

(۱) تحلیل، یعنے مرکب محسوسات یا احساسات کو فراہم کرکے انسے مفرد احساسات کو الگ کرنا
(۲) ترکیب، یعنے متخالف احساسات یا محسوسات کو جمع کرکے ان سے ایک نیا مرکب
پیدا کرنا،
(۳) تخلیط، یعنی متخالف احساسات یا محسوسات کو فراہم کرکے انکے درمیان ایک فرضی
رابطہ پیدا کرنا اور اسکے بعد انکو ایک نئی شکل مین ترتیب دینا،
(۴) تجرید، یعنی بسیط احساسات یا محسوسات فراہم کرکے انسے ایک مفہوم کلی اخذ کرنا،

اعمال تصور کے ان چارون اقسام کی مثالین واضح ہین البتہ عمل تخلیط کی حقیقت
کسی قدر غیر واضح ہے اس لیے ہم اسکی حقیقت کو ذیل کی مثالون سے واضح کرتے ہین،

عمل تخلیط کی ایک سادہ مثال یہ ہے کہ مثلاً ہمنے مختلف اقسام کے جانور اونٹ، بکری
گائے، بھیڑ، وغیرہ کا الگ الگ مشاہدہ کیا ان سب کے جسمون کے الگ الگ حصے تھے انکا
بھی مشاہدہ کیا لیکن اب مشاہدہ کرنے کے بعد فرض کرو کہ ہمنے ان جانورون کی اصل صورتونکو
نظر انداز کردیا اور ایک ایک جانور کے جسم کے ایک ایک حصہ کا ملاکر تصور شروع کیا اونٹ
کی گردن بیل، بکری کے پاؤن اور اسیطرح جتنے جانورونکا مشاہدہ ہم کرچکے ہین اونکے جسم کا
ایک ایک حصہ لے لیا اور ان سب کو ترتیب دیکر ذہن مین ایک نئی چیز کا تصور پیدا کرلیا
تو اگرچہ اس صورت مین ایک نئی چیز ہمارے تصور مین پیدا ہوگئی ہے لیکن درحقیقت یہ نئی
نہین ہے بلکہ قبل کے احساسات کا نتیجہ ہے اسی طرح فرض کرو کہ ہم اسوقت سونے کے پہاڑ کا
تصور کررہے ہین ظاہر ہے کہ ہمنے سونے کا پہاڑ کبھی نہین دیکھا ہمنے کیا کسی نے نہ دیکھا ہوگا
اور اسکا تصور ہمارے ذہن مین پیدا اسطرح ہوا کہ سونے کا مشاہدہ ہم کرچکے تھے اور پہاڑ بھی
ہمنے دیکھا تھا اب ہمنے یہ کیا کہ اپنے ذہن مین ان دو احساسات کو جو علیحدہ علیحدہ تھے اور

مختلف اوقات مین ہمکو حاصل ہوے تھے یکجا کرکے انسے ایک نیا تصور ایک نئی چیز کا
پیدا کرلیا جو اپنی موجودہ حالت مین غیر مرئی اور غیر مشاہد ہے لیکن اس مرکب تصور کے
مفردات ہمارے مشاہدہ مین آچکے تھے۔ پس عمل تخلیط کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عمل
تخلیط کی بنا ہمیشہ اس خاص رابطہ پر ہوا کرتی ہے جو دو متخالف چیزونکے درمیان ذہن پیدا
کرلیتا ہے اور عموماً یہ رابطہ مصنوعی اور فرضی ہوا کرتا ہے مساوات اور مماثلت کے تعلقات
کو بھی ترکیب اور تخلیط ہی کے نتائج عمل سمجھنا چاہیے لیکن مساوات و مماثلت حقیقی اور مساوات
و مماثلت غیر حقیقی کے درمیان فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ اگر وہ رابطۂ مساوات و مماثلت
یقینی اور واقعی ہے تو اوسکو ہم استقراء تام کی بناء قرار دیسکتے ہین لیکن اگر وہ مصنوعی اور
غیر واقعی ہے تو وہ تمثیل تشبیہ، اور استعارہ کے کام آتا ہے وہ لوگ جنکی قوت عقلی کمزور ہوتی
ہے عموماً اس قسم کا فرضی رابطہ اپنے ذہن مین جلد پیدا کرلیتے ہین غرض یہی چار اعمال
تصور ہین جو انسان کے تمام ادراکات و تصورات کی بناء ہین تجرید و تحلیل سے نئے نئے
بسیط تصورات حاصل کیے جاتے ہین اور ترکیب و تخلیط سے مرکب علوم و تصورات
اشیاء کی مماثلتون کا دریافت کرنا اور اونکے اختلافات کی تحقیق کرنا تمام مرکب علوم انسانی
کا ماحصل ہے استقراء، قیاس، تمثیل، جو فکر و نظر کی مختلف صورتین ہین وہ انہی دو مختلف
اعمال تصور ترکیب و تخلیط سے اپنا مواد فراہم کرتی ہین لیکن چونکہ ان چارون اعمال مین
عمل تجرید کو بسیط علوم کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور عمل تجرید کی حقیقت کی ناواقفیت
اکثر فلسفیانہ غلط فہمیون کی باعث ہوئی ہے اس لیے ہم کیفیت تصور کی تشریح کے بعد
وعدہ کے مطابق تجرید ذہنی سے بھی بحث کرینگے البتہ عمل ترکیب و عمل تخلیط سے بحث کرنا
ہمارے فرض مین داخل نہین ہے کیونکہ وہان سے مرکب تصورات و ادراکات کی

شروع ہوتی ہے حالانکہ ہم اس مضمون مین صرف علم بسیط کی حقیقت سے بحث کرنے کا ارادہ
رکھتے ہین ہان البتہ تصور کی ترکیب و ارتقاء کے قوانین نفسی بتائے دیتے ہین جنکے مطابق
تصورات کی ترقی و ترکیب عمل مین آتی ہے لیکن ہم ان قوانین سے بھی اسی حد تک بحث
کرینگے جس حد تک کہ انکا تعلق علم بسیط اور کیفیت تصور کی فصاحت و تشریح کے ساتھ
وابستہ رہے،

(۳۲) تصور کی ترکیب وارتقاء کے قوانین نفسی

اتنی بات ہر شخص جانتا ہے اور اس بات کا تجربہ ہر شخص کو اپنی
زندگی مین ہوتا ہے کہ انسان کے ذہن مین اسکی زندگی کے اکثر
حصون مین تصورات کا ایک لگاتار سلسلہ جاری رہتا ہے حالت خواب مین جب قوائے
دماغی پر اسفل مراکز عصبی کا غلبہ ہوتا ہے اسوقت اس سلسلہ مین اور ترقی ہوجاتی ہے
اسکے ساتھ ہر شخص کا یہی تجربہ ہے کہ یہ لامتناہی تصورات بلا کسی خاص تعلق کے نہین
پیدا ہوتے ہین بلکہ ان تصورات مین باہم کسی نہ کسی قسم کا علاقہ ضرور ہوتا ہے جسکے باعث
ذہن انسانی مین بسیط تصورات سے لیکر مرکب اور مرکب در مرکب تصورات کی پیدائش
برابر ہوا کرتی ہے بلکہ مرکب تصورات کے علاوہ ہم اُن تصورات مین بھی باہم کوئی نہ کوئی
علاقہ ضرور پاتے ہین جو بظاہر ایک دوسرے سے بالکل بے تعلق نظر آتے ہین بیداری کے
عالم کے علاوہ حالت خواب مین بھی ہمپر جن تصورات کا استیلاء ہوتا ہے وہ بھی گو بظاہر
باہم بے تعلق نظر آتے ہین لیکن درحقیقت انمین بھی باہم کوئی نہ کوئی دقیق ربط و علاقہ
ضرور ہوتا ہے اسیطرح یہ بھی عجیب بات ہے کہ بعض اوقات دو مختلف زبانون کے بعض
ہم معانی الفاظ مین ایک خاص مشابہت پائی جاتی ہے جو اس بات پر دلیل ہے کہ
مختلف تصورات مین باہم کوئی نہ کوئی علاقہ ضرور ہوتا ہے جسکی بناء پر ایک تصور کے

پیدا ہوتے ہی دوسرا تصور بھی ذہن مین پیدا ہو جاتا ہے نفس ذہنی کا یہی قانون ہے جسکو اصطلاح مین قانون ایتلاف ذہنی کہتے ہین، اس قانون کا منشا یہ ہے کہ بعض دو یا زائد تصورات مین باہم ایک ایسا گہرا تخصیصی تعلق ہوتا ہے کہ جب انمین سے ایک تصور ذہن مین پیدا ہوتا ہے تو دوسرا تصور بھی ضرور پیدا ہو جاتا ہے یہی قانون ہے جو ذہن مین تصورات کی ترکیب وارتقار کا باعث ہوتا ہے،

لیکن سوال یہ ہے کہ اس قسم کے تخصیصی تعلقات کی تحدید کیا ہے؟ یعنی یہ کہ وہ کونسے تعلقات ہوتے ہین جنکی بنا رپر قانون ایتلاف ذہنی تصورات انسانی پر عامل ہوتا ہے بالفاظ دیگر اس قانون کی فعلیت کی کتنی صورتین ہین؟

متقدمین فلاسفۂ حال مین سے ہیوم نے اس قانون کی فعلیت کی تین صورتین بتائی ہین جو اسکے اوراق سے حسب ذیل ہین،

(۱) **علاقۂ علیت**۔ یعنی جو دو چیزین باہم علت ومعلول ہوتی ہین انمین سے ایک کا تصور ذہن مین جب پیدا ہوتا ہے تو معًا دوسری چیز کا تصور بھی پیدا ہو جاتا ہے مثلاً اگر ہم کسی وقت زخم کا تصور کرتے ہین تو فورًا ہمارے ذہن مین اس تکلیف اور اذیت کا تصور بھی پیدا ہوتا ہے جو اس زخم کی وجہ سے انسان کو لاحق ہوا تھا،

(۲) **علاقۂ مقارنت زمانی یا مکانی**۔ یعنے جب دو یا زائد چیزین ہم مکان یا ہم زمان ہوتی ہین تو ہمارے ذہن مین جب انمین سے کسی ایک کا تصور پیدا ہوتا ہے تو فورًا دوسری چیز کا تصور بھی پیدا ہو جاتا ہے مثلاً اگر ہم کسی عمارت کے ایک حصہ کا صرف تصور کرین تو خواہ مخواہ ہمارے ذہن مین اس عمارت کے دوسرے حصون کا بھی تصور پیدا ہو جائیگا

(۳) **علاقۂ مماثلت**۔ یعنی جب دو یا زائد چیزون مین باہم مماثلت ہوتی ہے تو مثل کے

تصور کے ہمارے ذہن مین پیدا ہوتے ہی مثل کا تصور خواہ مخواہ پیدا ہو جاتا ہے مثلاً اگر ہم کسی شئے کی تصویر یا فوٹو کا تصور اپنے ذہن مین کرین تو فوٹو کے تصور سے خواہ مخواہ ہمارے ذہن مین اسکی اصل کا بھی تصور پیدا ہو جائیگا۔

یہ ہیوم کی تحدید ہے جو اسنے بتائی ہے لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تحدید ناقص ہے کیونکہ قانون ایتلاف ذہنی کی فعلیت کی ایک صورت علاقۂ تضاد بھی ہے جسکو ہیوم نے مذکورہ بالا صورتون مین سے کسی صورت مین داخل نہین کیا ہے، ہیوم نے خود اس شبہہ کا ازالہ کیا ہے وہ کہتا ہے،

"ان تین صورتون کے علاوہ اس قانون کی فعلیت کی ایک صورت علاقۂ تضاد ہے لیکن علاقۂ تضاد درحقیقت علاقۂ علیت اور علاقۂ مماثلت کے مجموعہ کا نام ہے یہ ظاہر ہے کہ جب دو چیزون مین تضاد ہوتا ہے تو انمین سے ایک چیز دوسری چیز کی فنا اور زوال کا باعث ہوتی ہے اور یہی علیت کی شان ہے پھر اسکے فنا کے تصور سے ذہن مین اسکے سابق وجود کا تصور پیدا ہوتا ہے اور یہ علاقۂ مماثلت کی شان ہے پس درحقیقت علاقۂ تضاد کوئی نیا علاقہ نہین بلکہ علاقۂ علیت اور علاقۂ مماثلت کے مجموعہ کا نام ہے[1]"،

لیکن ہیوم کی تحدید اب بھی ہمارے نزدیک ناقص ہے علاقۂ تضاد کو جس بنا پر اسنے علاقۂ علیت اور علاقۂ مماثلت دونون کا مجموعہ فرض کیا ہے وہ ہمارے نزدیک بے اصل بات ہے جب دو چیزون مین علاقۂ تضاد پایا جائیگا تو دونون مین مثلیت کہان سے آئیگی دو چیزون مین مثلیت کے باوجود تضاد کا پایا جانا صریحی تناقض نہین تو اور کیا ہے؟

[1] مضمون حقیقت "علم انسانی"، صـ ۳۲۱، ۱۲،

علاوہ برین اگر علاقۂ تضاد کو علاقۂ علیت اور علاقۂ مماثلت کا مجموعہ فرض کیا جاسکتا
ہے تو کم از کم علاقۂ مقارنت زمانی کو تو علاقۂ علیت مین شمار کرنا زیادہ مناسب ہوگا لیکن
ہیوم سے تو تعجب ہو کہ اسنے علاقۂ تضاد کو علاقۂ علیت اور علاقۂ مماثلت کا مجموعہ فرض کیا
لیکن علاقۂ علیت کو علاقۂ مقارنت مین شمار نہین کیا حالانکہ علت کے متعلق تو خود ہیوم کا
یہ خیال ہے کہ علت و معلول مین کوئی ذاتی علاقۂ باعثہ نہین ہوتا بلکہ محض دو چیزونکی
باہمی زمانی مقارنت کو دیکھکر ہم عادتًا دونون کے درمیان ایک خاص علاقہ پیدا
کرلیا کرتے ہین جسکو ہیوم علاقۂ عادی کہتا ہے پس ہیوم کے اس خیال کی بنا پر علت
و معلول مین باہم درحقیقت علاقۂ مقارنت کے علاوہ کوئی دوسرا علاقہ ہی نہین ہوتا
اور اسی لیے ہیوم نے علت کی تعریف مین مقارنت زمانی کے علاوہ اور کسی قید کا
لحاظ ہی نہین کیا ہے حاصل یہ کہ ہیوم نے علت کی جو تھیوری بتائی ہے اسکی بنا پر
علاقۂ علیت کا علاقۂ مقارنت مین شمار کرنا زیادہ مناسب ہے اور واقعہ بھی یہی ہے
کہ علیت علاقۂ مقارنت ہی کی ایک شکل کا نام ہے البتہ بعض لوگونکے نزدیک علاقۂ مقارنت
اور علاقۂ علیت مین فرق صرف اسقدر ہوتا ہے کہ انکے نزدیک علت و معلول مین مقارنت
زمانی کے علاوہ ایک بات اور پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ علت مین ایک ایسی قوت
ہوتی ہے جسکی بناء پر معلول کا صدور علت سے ہوتا ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علت
سے معلول کا صدور گو نہین ہوتا مگر دونون باہم لازم ملزوم ہوا کرتے ہین اور مقارنت
زمانی اسوقت بھی دونون مین پائی جاتی ہے پس درحقیقت لزوم اور تعلیل یہ دونون
علاقے بھی علاقۂ مقارنت کے اندر شامل ہین اور اس لیے ہمارے نزدیک علاقۂ تضاد
کو علاقۂ مماثلت اور علاقۂ علیت کا مجموعہ فرض کرنے کے بجاے اسکو ایک مستقل علاقہ

قرار دینا چاہیے اور علیت اور لزوم کو علاقۂ مقارنت زمانی مین شمار کرنا چاہیے پس اس
اصول کی بناء پر ہمارے نزدیک قانون ایتلاف ذہنی کی تین صورتین ہین جو ہیوم
کی بیان کردہ صورتون سے تھوڑا سا مختلف ہین۔

(۱) علاقۂ مقارنت۔ یعنے جب دو یا زائد چیزون مین مکانی یا زمانی حیثیت سے نفس
ذہن قرب یا اتصال محسوس کرتا ہے تو جب انمین سے کسی ایک چیز کا تصور ذہن مین پیدا
ہوتا ہے تو دوسری مقارن شئے کا تصور بھی خواہ مخواہ اسکے ساتھ پیدا ہوجاتا ہے مثلًا
جب ہم دھوین کا تصور کرتے ہین تو دھوین کے ساتھ ساتھ آگ کا تصور بھی ہمکو فورًا
ہوتا ہے کیونکہ آگ اور دھوان ہمارے ذہن مین مقارنت کے سببسے اس طرح باہم لازم
ملزوم ہوگئے ہین کہ نفس دھوین اور آگ کے تصور مین انفصال کو قبول نہین کرتا اور
چار و ناچار ایک تصور کے ساتھ دوسرا تصور بھی پیدا ہوجاتا ہے یا اسی طرح مثلًا اگر
ہم کسی عمارت کے ایک حصہ کا صرف تصور کرین تو اس عمارت کے دوسرے حصونکا
تصور بھی ہمارے ذہن مین ضرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن علاقۂ مقارنت کی تین صورتین ہین۔

(۱) وہ دو چیزین جو ساتھ ساتھ پائی جارہی ہین باہم علت و معلول ہون یعنی یا یہ کہ انمین
سے ایک چیز کا وجود دوسری چیز کی وجہسے ہوا ہو اور یا یہ کہ ان دو چیزون کے
درمیان بار بار کے تجربہ کی بناء پر خود نفس ذہنی نے ایک عادی رابطہ علیت و معلولیت
کا پیدا کرلیا ہو تو جب ان دو چیزون مین سے کسی ایک چیز کا تصور ہم کرتے ہین تو دوسری
چیز کا تصور بھی ہمارے ذہن مین ضرور پیدا ہوجاتا ہے۔ مثلًا اگر ہم کسی زخم یا پھوڑے کا
تصور کرتے ہین تو ہمین ساتھ ساتھ اس اذیت اور تکلیف کا بھی تصور ہوتا ہے جو اس
زخم سے ہمکو محسوس ہوئی تھی۔ یا مثلًا جب ہم کسی مصنوع چیز کا تصور کرتے ہین تو اسکے

صانع کی جانب بھی ہمارا خیال ضرور جاتا ہے،

(۲) وہ دو چیزین جو ساتھ ساتھ پائی جاتی ہین باہم علت و معلول تو نہون لیکن انمین ا
لزوم پایا جاتا ہو اس صورت مین بھی لازم کے تصور سے ملزوم اور ملزوم کے تصور سے
لازم کا تصور ہوتا ہے،

(۳) وہ دو چیزین جو ساتھ ساتھ پائی جاتی ہین انمین باہم نہ رابطہ علیت ہو اور نہ علاقہ
لزوم بلکہ محض ویسی مقارنت ہو جیسی دن اور رات مین پائی جاتی ہے مثلًا جب ہم کسی
شخص کا تصور کرتے ہین تو اسکے ان تمام تشخصات خارجی کا بھی تصور ہوتا ہے کہ اسکی
داڑھی طویل اور گھنی ہے اور اسکا سر منڈا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ،

پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو واقعات اتفاقیہ ساتھ ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہین انکی یہ
اتفاقی مقارنت زمانی نفس مین کچھ اسطرح منتقش اور مرتسم ہوجاتی ہے کہ اب ایکبار کی
مقارنت ہمیشہ کے لیے ذہنی ایتلاف کی باعث ہوجایا کرتی ہے مثلًا اگر کبھی کھانا کھاتے
وقت ہمارے مربہ مین مکھی گر پڑی اور ہمین اس مربہ سے نفرت پیدا ہوئی تو اب ان دونون
واقعون کی مقارنت زمانی ہمارے ذہن مین کچھ ایسی مرتسم ہوجاتی ہے کہ مربہ کا تصور کرتے ہی
ہمارے ذہن مین مکھی کے گرنے کا تصور بھی پیدا ہوجاتا ہے اور ساتھ ہی محض اس تصور
کی بناء پر ہماری طبیعت مالش بھی کرنے لگتی ہے،

(۲) **علاقہ مماثلت**، یعنی جب دو یا زائد چیزین باہم مشابہ ہوتی ہین تو جب انمین سے
ایک چیز کا تصور ہمارے ذہن مین پیدا ہوتا ہے تو دوسری چیز کا تصور بھی ذہن مین فورًا
پیدا ہوجاتا ہے مثلًا کسی شے کی تصویر یا اسکے فوٹو کا جب ہم تصور کرتے ہین تو فورًا اسکی
اصل کا خیال بھی ہمارے ذہن مین ضرور ہوتا ہے،

(۳) **علاقہ تضاد**، یعنی جب دو یا زائد چیزون مین تضاد ہوتا ہے تو انمین سے کسی ایک
چیز کے ہمارے ذہن مین آتے ہی دوسری چیز کا تصور بھی معًا ہمارے ذہن مین پیدا ہوجاتا
ہے مثلًا یہ ہم جانتے ہین کہ دن اور رات مین تضاد ہے اب جب کبھی ہم دن کا تصور
کرتے ہین تو رات کا خیال بھی ساتھ ساتھ ہمارے ذہن مین آتا ہے،

مصریون کی مذہبی حالت

(۱)

(از مولوی عبدالرزاق ندوی)

جس طرح ہر ملک اور قوم کے افراد مین تین طبقے ہوتے ہین، اعلیٰ، متوسط، اور ادنیٰ اور ان
ہر ایک اپنے اخلاق وعادات، رسم ورواج، طرز معاشرت اور معتقدات واعمال مذہبی مین ایک
حد تک نمایان فرق وامتیاز رکھتا ہے، اسی طرح مصر مین بھی یہ تینون طبقے مع اپنی خصوصیات ا
جداگانہ حیثیت کے موجود ہین، اور چونکہ اس ملک مین قومیت اور خاندانی شرافت کو چندان اہمیت
حاصل نہین ہے، اور معیشت کے گران ہونیکی وجہ سے اچھی زندگی بسر کرنے کے لئے کثیر مصارف
کی ضرورت ہوتی ہے، اِسلئے وہان خاندانی تقسیم وتحدید دولت وثروت کے اعتبار سے کیجاتی
چنانچہ دولتمند لوگ شرفا، یا اعلیٰ طبقہ مین سمجھے جاتے ہین، اور غریب ونادار ادنیٰ مین
متوسط الحال، طبقہ متوسطہ مین۔

مصر کے اعلیٰ وادنیٰ طبقون کو تو جانے ہی دو، کیونکہ ان دونون کی حالت ازحد زبون
نہ ان کے اخلاق وعادات ہی درست ہین، اور نہ ان مین بمعنی صحیح انسانیت ہی پائی جاتی
ادنیٰ طبقہ جہالت کے دیوتا پر بھینٹ چڑھ گیا ہے، اور اعلیٰ شہوات نفسانی اور تمدن مغربی
شکار ہوگیا ہے، رہا متوسط طبقہ تو وہ خیر الامور اوساطہا کے مطابق ان دونون سے بہتر حالت
ہے، اور اسمین کچھ کچھ روحانیت اور مذہبی زندگی پائی جاتی ہے، مجھسے ایک مرتبہ ایک
روشن خیال مصری نے سوال کیا کہ مسلمانان ہند اور مسلمانان مصر مین مذہبی اور اخلاقی حیثیت
کیا فرق ہے، اسکا جواب مین نے یہ دیا تھا کہ نمایان فرق صرف ادنیٰ طبقہ مین ہے، ہندوستان

مین جو مسلمان اپنی قومیت کے لحاظ سے ادنیٰ درجہ مین شمار کئے جاتے ہین، وہ مصری مسلمانون سے
کہین بہتر حالت مین ہین بلکہ بعض حیثیتون سے تو انہین کو اول درجہ کے مسلمان تصور کرنا چاہیے
رہے اعلیٰ اور متوسط درجہ کے مسلمان تو انکی حالت دونون ملکون مین تقریباً یکسان ہے، اگرچہ
متوسط درجہ کے ہندوستانی مسلمان مصریون سے بہتر ہین۔

ہندوستانیون اور مصریون کے مذہبی نقطہ نظر مین بڑا فرق ہے (اگرچہ وہ بتدریج کم
ہو رہا ہے) ہندوستان کے مسلمان اسلام کو اب تک صرف ایک مذہب اور روحانی ہدایت
کی حیثیت سے دیکھتے اور جو کچھ کرتے ہین، اسی خیال کی بنا پر کرتے ہین، برخلاف اُنکے مصری اُسے
زیادہ تر سیاسی اہمیت دیتے ہین، اور اُسکے لئے اسی وقت جوش وخروش اور ہمدردی کا اظہار
کرتے ہین، جب سیاسی نقطہ نظر سے اسکی ضرورت محسوس کرتے ہین، چنانچہ ہم اپنے اس خیال
کی تائید مین بکثرت واقعات پیش کر سکتے ہین، ہندوستان مین ایک مسجد ڈہا دیجاتی ہے،
قربہ یا قربانی روک دیجاتی ہے، یا اسلامی پیشواؤن کی نسبت توہین آمیز کلمات استعمال کئے
جاتے ہین، کیا ہوتا ہے؟ پشاور سے سیلون تک اور کلکتہ سے بمبئی تک تمام اسلامی آبادی مین
ایک بےچینی پھیل جاتی ہے، اور جوش وخروش کے دریا موجین مارتے نظر آتے ہین، لیکن یہ بچی
یت سیاسی موقعون پر ظاہر نہین ہوتی، (اگرچہ اب بہت کچھ تغیر ہو رہا ہے) برعکس اسکے مصر مین
مسجدین علی الاعلان ڈہا دیجاتی ہین، (جیسے جامع متبولی وغیرہ) یا ان مین انگریزی مسیحی فوجین
جد کی محراب کو سنڈاس بناتی اور دالانون مین سور ذبح کرتی ہین، (مثلاً جامع الملک الظاہر،
ان سب واقعات کی تفصیل سفرنامہ مین مذکور ہے) مگر مصریون کے کان پر جون تک نہین رینگتی،
اور غیرت اسلامی مین کوئی جنبش نہین پیدا ہوتی، لیکن اگر کوئی اسلامی سیاسی حادثہ واقع ہوجاتا ہے
تو پھر ان کے جوش کی کوئی حد نہین رہتی، خوب شور وغل کرتے اور دل کھول کر مالی مدد کے لئے

تیار ہو جاتے ہین، جیساکہ واقعہ دنشوائی، جنگ طرابلس، جنگ بلقان، گذشتہ جنگ عمو
التوا ے جنگ کے بعد آزادی کی جدوجہد، اور جامع ازہر مین انگریزی فوجون کے داخلہ
موقع پر ظاہر ہو چکا ہے،

پس ایسی حالت مین یہ بالکل بیجا ہے کہ ہم مصریون کو تقدس و تقوی کے لباس
قائم اللیل و صائم النہار، کم گو، کم خوراک، اور صحابہ کے رنگ مین رنگا ہوا دیکھنے کی خواہش
کرین، بلکہ جتنی بھی روحانیت اور مذہبیت اُنسے ظاہر ہو، اسی کو غنیمت سمجھنا اور اُسپر خدا کا شکر
بجالانا چاہیئے، کیونکہ اول تو ان کا مذہبی نقطۂ نظر ہم سے جدا ہے، جیساکہ مذکور ہوا، اور دوسرے
وہ ایک ایسے مرکز پر واقع ہوئے ہین جہان کمزور مشرق اور زبردست مغرب کا سنگم ہو
جہان ہمہ وقت مختلف خیالات اور متضاد واقعات کا ظہور ہوتا رہتا ہے، اور جہان عرصہ
قدیم و جدید خیالات مین محاربۂ عظیم برپا ہے، جسمین ابتک کسی نے اپنی شکست تسلیم نہین کی
پس ایسی صورت مین کسی قوم کا اپنی قدیم روایات اور معتقدات کا بجنسہ برقرار رکھنا اگر نا ممکن
نہین تو سخت دشوار ضرور ہے، مصری پھر بھی قابل ستائش ہین کہ باوجود ان تمام مشکلات کے
ابتک اُنھون نے بہت کچھ اپنی مذہبیت کی محافظت کی ہے، اور اب بھی ان مین جذبۂ اسلامی
وہ چنگاری موجود ہے، جسے اگر ہوا دیجاے تو جلد انگارہ بن سکتی، اور پھر آتشِ سوزان کی شکل
اختیار کر سکتی ہے، چنانچہ اگر مسجدون کو جاکر دیکھیے کہ جنکی تعداد قاہرہ مین بہت ہی تو وہ نمازیون
بھری پڑی نظر آئینگی، جنمین صرف جبہ و دستار ہی نہین بلکہ کوٹ پتلون بھی دکھائی دینگے، ہندوستان
کی طرح نہین کہ جس نے انگریزی پائجامہ ٹانگون پر چڑھالیا اسکے لئے مسجد مین داخل ہونا یا نماز پڑھنا
باعثِ ننگ و عار ہو گیا!

مصری اپنی نمازون مین صرف ٹکرین ہی نہین لگاتے بلکہ ایک حد تک خضوع و خشوع

بھی رکھتے ہین، جو ہم ہندوستانیون کی نمازون مین عموماً مفقود ہوتا ہے، جسکی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ
عربی اُنکی مادری زبان ہے، جو اگرچہ غیر فصیح ہے تاہم وہ قرآن مجید اور اپنی مناجاتون کو بہت کچھ
سمجھتے اور اُن سے متاثر ہوتے ہین، اُنکا تاثر اسوقت قابل دید ہوتا ہے، جب امام خطبۂ جمعہ مین
مسلمانون کے موجودہ تنزل و انحطاط، جہنم کے مصائب و آلام اور مجرمون پر اللہ تعالی کے قہر و
عتاب کا تذکرہ کرتا ہے، بہتون کی آنکھین اشکبار ہوتی ہین، اور بہتیرے تھرتھراتی ہوئی دھیمی آواز
مین (اللہ اللھم احفظنا، اللھم احفظنا) کہتے ہوئے سنائی دیتے ہین، خصوصاً اسوقت اُنکی
حالت اور بھی عجیب ہوتی ہے جب خطیب اپنے نرالے انداز اور عربی لہجہ مین یہ دعا شروع کرتا ہے
اللھم نصر من نصر دین محمد، واخذل من خذل دین محمد! اللھم نصر عبدک وابن عبدک الخاضع
لعز جلالک ومجدک، من اید تہ بعنایتک وحفظتہ بعین رعایتک، امیر المؤمنین سلطاننا سلطان المسلمین السلطان
وحید الدین محمد السادس! اعزہ اللہ، اللھم انصر عساکرہ" تو اس دعا کے ہر ہر بند پر آمین! آمین! کے شور سے مسجد گونج اٹھتی ہے اور
بازگشت کی آوازین درو دیوار سے نکل کر عجب ہیبت اور عجب سمان پیدا کر دیتی ہین، اسی بنا پر مین مصریون کے مذہبی
مستقبل سے مایوس نہین ہون، کیونکہ ایمان و اتقار کی پہلی شرط یعنی "تاثر" اُن مین بدرجہ اتم موجود ہے
قلب قبول اصلاح کی پوری صلاحیت رکھتے ہین، اور باشندے ہر مفید صدا پر لبیک کہنے کو
آمادہ معلوم ہوتے ہین، لیکن واے برحال مسلمانان! کوئی بندۂ خدا ہو بھی تو جو نعرۂ حق بلند کرے!
علماء "ورثۃ الانبیاء" کو حلوے مانڈے سے کہان فرصت کہ وہ اپنے اس فرض کی جانب متوجہ
ہون! الھم ارحم! الھم ارحم! علماء ہند، علماے مصر کی حالت پر متاسف ہون، کیونکہ اُنکی بھی
یہی حالت ہے، مسئلہ خلافت مین انکی سرگرمی ضرور قابل تعریف ہے، بشرطیکہ وہ دنیاوی آلائشون
سے پاک ہو اور دائمی صورت اختیار کرے، لیکن مجھے شبہہ ہے کہ اس مقدس جماعت مین بڑی
تعداد ابتک ایسے حضرات کی ہے جو مصلحت وقت کو اکثر پس پشت ڈال کر بیشتر ذاتی مصلحتون کو

دیکھتی، اور کالفرنسون مین جاکر سب سے پہلے اُسکی نظر "باورچیخانہ" پر پڑتی ہے، خدا کرے کہ
یہ شبہہ غلط ہو!

مصریون مین ایک بڑی صفت مذہبی بے تعصبی کی ہے، یہ دیکھکر از حد مسرت ہوتی ہے کہ
ایک ہی مسجد اور ایک ہی امام کے اقتدار مین حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سب ہی بے تکلف نماز
ادا کرتے ہین، کوئی زیر ناف ہاتھ باندہے ہوئے ہے، کوئی سینہ پر، اور کوئی بالکل چھوڑے ہوے
(مالکی) کوئی "آمین" باواز بلند کہتا ہے، اور کوئی آہستہ سے، مگر کسی کو کسی پر کوئی اعتراض نہین
ہوتا، اور نہ ہندوستان کی طرح جوتیون مین دال بٹنے لگتی ہے، مصر مین اگرچہ چارون ائمہ کے پیرو
موجود ہین، لیکن کوئی بھی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علحدہ قائم نہین کرتا، بیشک بڑی مسجدون مین
چارون مصلے موجود ہین، جنمین یکے بعد دیگرے پنجوقتہ نمازین بھی ہوتی ہین، مگر یہ کبھی نہین دیکھا گیا
کہ کسی نے دوسرے فرقہ کے امام کی اقتدا مین نماز پڑھنے سے گریز کیا ہو، بلکہ جسے جو جماعت
ملجاتی ہے وہ اسمین بلا پس و پیش شریک ہوجاتا ہے، کیا ہم ہندوستان مین بھی ایسی ہی رواداری
دیکھنے کے متمنی ہوسکتے ہین؟ کم از کم نصف صدی تک تو نہین،

افسوس ہے کہ مسلمانان مصر زکوۃ کی جانب سے عموماً بے توجہی برتتے ہین، صرف غیر
مذہبی ہی نہین بلکہ متدین اور پرہیزگار بھی، جسکی ذمہ داری میرے خیال مین سراسر علما (ازہر) کے
سر ہے جنھون نے انکو یہ لٹکہ بتا کر گمراہ کردیا ہے، کہ حولان حول ہونے سے پیشتر ہی مال کو کسی اور کے
نام منتقل کردو، اور جب اس شخص پر زکوۃ واجب ہونے لگے تو پھر مال کو اپنے نام واپس کرلو،
اسی طرح کبھی مملوکہ مال پر پورا سال نہ گذریگا، اور نہ زکوۃ دینا پڑیگی،

چنانچہ لوگون کا اسی پر عملدرآمد ہے، شوہر کبھی بیوی کو "زبانی ہبہ" کردیتا ہے، اور کبھی بیوی
شوہر کو! لیکن برخلاف زکوۃ کے مصری حج کرنے بکثرت جاتے ہین، ہندوستانیون کی طرح

کاسۂ گدائی ہاتھ مین لئے ہوئے نہین بلکہ اطمینان و فراغت کے ساتھ،

بدعات

مصریون کی مذہبی حالت پر جب ایک خالص عقیدہ رکھنے والا مسلمان نظر ڈالتا ہے
تو یہ دیکھکر اسکا کلیجہ شق ہوجاتا ہے کہ اُنھون نے بدعات و خرافات کو جزو اسلام بنا رکھا ہے،
حتی کہ ان کے تقریباً تمام مذہبی اعمال مین انکی آمیزش ہے، میرے نزدیک انکی اس افسوسناک
حالت کے ذمہ دار سلاطین دولت فاطمیہ ہین، جنکی سیاست کا اقتضا یہی تھا کہ مسلمانون کے
عقاید بگڑ جاوین، پھر انکے بعد ذمہ داری ان علما پر عاید ہوتی ہے، جنھون نے محض اپنے ذاتی
فواید اور دنیاے دون کی خاطر ان بدعات کو قائم رکھا، بلکہ انہین اور تقویت دی، ذیل کے
بیان سے اس اندوہناک حالت کا اندازہ ہوسکیگا،

اذان، جو شعائر اسلام مین نہایت اہمیت رکھتی ہے وہ بھی بدعت کی دست اندازی سے
نہ بچ سکی، فجر کے وقت موذن منارون پر چڑھکر اذان سے پہلے "قصیدہ بردۃ" کے بہت سے
اشعار خوش الحانی اور بلند آہنگی سے پڑھتے اور پھر اذان شروع کرتے ہین، دیگر اوقات مین یہ
گانا تو نہین ہوتا، لیکن اذان کے قبل اور بعد حمد و نعت کا پڑھا جانا ضروری خیال کیا جاتا ہے،
افسوس ہے کہ یہ بدعت مصر سے نکل کر حجاز بھی جا پہنچی ہے، اور خود مسجد کعبہ مین برتی جاتی ہے،
شکر ہے کہ ہندوستان ابتک اس سے محفوظ ہے۔

قبر پرستی، مصریون مین قبیح ترین بدعت (جو درحقیقت "شرک" ہے) قبر پرستی یا ولی پرستی
بھی نہایت عام ہے، وہ بزرگان دین اور اولیاے کرام مین ہر قسم کی قوتین اور اختیارات تسلیم
کرتے، اور انہین کارخانہ قدرت کے جملہ امور مین دخیل تصور کرتے ہین، چنانچہ انکی قبرون کی
انتہائی تعظیم و تکریم کیجاتی، ان سے ہر قسم کی منتین اور مرادین طلب کیجاتین، اور دکھ درد، شادی

غمی، غرضکہ ہر معاملہ مین اُن سے رجوع کیا جاتا ہے، اُنکے راضی رکھنے کے لئے انکے نام پر ...
چھوڑے جاتے، قربانیان کیجاتین، سر کے بال بڑہائے جاتے، اور روزے رکھے جاتے ...
لوگ ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے انکے اسماء کو اُسی طرح ورد زبان رکھتے جس طرح ایک
مومن اسماء الٰہی کو، چنانچہ جب دیکھو اُنکی زبانون پر یہی الفاظ ہوتے ہین "یا سیدۃ زینب ...
سیدنا حسین! المدد! یا سید بدوی اور کنی!"..... ولا یذکرون اللہ الا قلیلا!

بدبختون نے صرف اسی پر اکتفا نہین کی ہے بلکہ اُنکی عبادت کو اللہ واحد کی عبادت کے
ساتھ شامل کر دیا گیا ہے، کہ جب اُنکی جناب مین جبین نیاز زمین بوس ہو، انکی سرکار مین بھی
حاضری ہو جائے، چنانچہ اس بدترین مقصد کے لئے انکے مزار مسجدون سے ملحق کر دیئے گئے ہین
بلکہ بہت سی قبرین تو وسط مسجد مین موجود ہین، قاہرہ بلکہ غالباً تمام ملک مین ایک مسجد بھی ایسی
نہین ہے جسمین کسی نہ کسی بزرگ کا مزار موجود نہو، بلکہ مسجد اس جگہ تعمیر ہی نہین کیجاتی جہان
پیشتر سے کوئی قبر موجود نہو، جسے بالفاظ دیگر یون کہہ سکتے ہین کہ مسجدین خدا کے لئے نہین بلکہ
ان بزرگون کے واسطے بنائی جاتی ہین، تاکہ اُنکے زائرین "بیک کرشمہ دو کار" کے مطابق بآسانی
عمل کر سکین، اسی لئے مساجد عموماً اپنے بانیون کے نام سے نہین بلکہ ان بزرگون کے نام سے
مشہور ہین، جنکی قبرین ان مین واقع ہین، چنانچہ جامع سیدنا حسین، جامع سیدۃ زینب، جامع
امام شافعی، اور جامع شعرانی وغیرہ وغیرہ سبکا یہی حال ہے، مصریون کو یہ معلوم کر کے سخت
تعجب ہوتا تھا کہ ہندوستان مین قبرون پر مسجد بنانے کا مطلق رواج نہین ہے، وہ حیرت سے
سوال کیا کرتے تھے کہ "کیا ہندوستان مین سب وہابی آباد ہین!!"

(باقی)

مسئلۂ خلافت کے متعلق ایک قدیم جدوجہد

اور

دو مسلمان بادشاہون کا مذہبی اتحاد

(از مولانا عبد السلام ندوی)

یہ ایک عجیب بات ہے کہ دنیا مین برائی، بھلائی سے زیادہ شہرت حاصل کرتی ہے، اور
بدی کا پلہ ہمیشہ نیکی سے بھاری رہتا ہے، چنگیز کی اولاد مین ہلاکو خان اور برکہ خان بالکل متضاد
اوصاف کے شخص پیدا ہوئے، ہلاکو خان سخت ظالم، سفاک، خونریز اور دشمن اسلام تھا اور یہی
اوصاف اسکی نومیت کا جزو لاینفک تھے، اسکے بخلاف برکہ خان نہایت خوش اخلاق، عادل،
حلیم اور متحمل تھا، خونریزی اور سفاکی سے اُسکو سخت نفرت تھی، مسلمانون کی طرف اسکا خاص
میلان تھا، اور علماء و صلحاء کے ساتھ نہایت عقیدتمندانہ برتاؤ کرتا تھا، لیکن بااین ہمہ آج ہلاکو خان
کا نام بچہ بچہ کی زبان پر ہے، اور غریب برکہ خان کو کوئی جانتا بھی نہین، لیکن تاریخی روایات سے
ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی بعض ہستیون کو خاص خاص تاریخی زمانہ کے ساتھ تعلق رہا ہے، اور
جب وہ زمانہ آیا ہے تو وہ گمنامی کے گوشہ سے نکل کر منظر عام پر آگئی ہین، اگر یہ سچ ہے تو غالباً
اب وہ زمانہ آگیا ہے جسمین برکہ خان کے کارنامہائے زرین بے نقاب کئے جا سکتے ہین،
ہلاکو خان کا سب سے بڑا کارنامہ جس نے اُسکے گلے مین ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق ڈالدیا ہے
یہ ہے کہ اس نے دار السلام بغداد کو برباد کر کے خلافت اسلامیہ کے اقتدار کو مٹا دیا، لیکن

لہ ماخوذ از تلفیق الاخبار،

چنگیز خان کی اولاد مین برکہ خان پہلا شخص ہے، جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، اور اسلام قبول کرنے کے بعد ہلاکو خان سے خلیفہ مستعصم کے خون کا انتقام لیا، اتحاد اسلامی کی بنیاد ڈالی، اور دوبارہ شعائر اسلام کو قائم کیا، اس زمانہ مین جبکہ ایک طرف خلافت اسلامیہ کا رہا سہا اقتدار بھی زایل کیا جا رہا ہے، اور دوسری طرف دنیاے اسلام مین تحفظ خلافت کیلئے ایک عام اتحاد قائم ہو رہا ہے، غالباً برکہ خان کے ان مساعی حسنہ کی تفصیل کسیقدر دلچسپی کے ساتھ سنی جائیگی، لیکن اس داستان کے چھیڑنے سے پہلے یہ بتا دینا چاہیے کہ اس خاندان مین جبکا سب سے بڑا نمایان ممبر ہلاکو خان تھا برکہ خان جیسا شخص کیونکر پیدا ہوا؟

جہانتک فطری اوصاف کا تعلق ہے وہ خود خدا کے گھر سے اقتدار اسلام کے قائم کرنے کے لئے آیا تھا، لیکن خارجی اسباب کے لحاظ سے اگرچہ برکہ خان نے جس ماحول مین نشو و نما پائی تھی، اُسکی آب و ہوا مین کفر و عناد کا اثر سرایت کر گیا تھا تاہم اس عالم ظلمات مین بھی ایمان کی روشنی قائم تھی، اور جا بجا اسکے جلوے نظر آتے تھے، ایک طرف تو ہلاکو خان تمام دنیاے اسلام کو بے چراغ کر رہا تھا، دوسری طرف شیخ نجم الدین کبری اسلام کی روشنی پھیلانے مین مصروف تھے اور اپنے مریدین کو مختلف شہرون مین اشاعت اسلام کے لئے پھیلا دیا تھا، سعد الدین حموی خراسان مین مصروف ہدایت و ارشاد تھے، کمال الدین شریانی نے ترکستان کو اپنا مرکز قرار دیا تھا، نظام الدین جندی نے قفچق کو منبع انوار بنا رکھا تھا، لیکن شیخ نجم الدین کے ان مریدین و تلامذہ مین سب سے زیادہ بلند پایہ شیخ سیف الدین باخرزی تھے، جنکے فیوض و برکات کا مرکز بخارا تھا، اور وہ یہین سے تمام قلوب صالحہ پر اپنا معجزانہ اثر ڈالتے تھے، برکہ خان جیسا کہ اوپر گذر چکا فطرۃً اس اثر کے قبول کرنے کے لئے آمادہ تھا، اسلئے شیخ سیف الدین باخرزی کی نگاہ خصوصیت کے ساتھ اس جوہر قابل پر پڑی اور انھون نے اپنے ایک ممتاز شاگرد کے

ذریعہ سے اسکو دعوت اسلام دی جسکو اس نے خود نہایت فراخدلی کے ساتھ قبول کیا، اور اسکے ساتھ اسکے اعوان و انصار اور اعزہ و اقارب بھی اس سعادت مین شریک ہوئے، اسلام لانے کے بعد برکہ خان نے اس احسان کے صلے مین شیخ سیف الدین کے ساتھ کچھ سلوک بھی کرنا چاہا، لیکن شیخ نے نہایت استغنار کے ساتھ اس فیاضی کے قبول کرنے سے انکار کر دیا قاصد نے برکہ خان کو اسکی خبر دی تو وہ خود شیخ کی زیارت کے لئے روانہ ہوا، بخارا مین پہنچا تو تین دن تک متصل شیخ کے دروازہ پر کھڑا رہا، لیکن اندر آنیکی اجازت نہین ملی، بالآخر شیخ کے بعض تلامذہ نے سفارش کی، اور کہا کہ یہ بہت بڑا بادشاہ ہے، دُور سے آیا ہے اور حضور کی خدمت سے برکت اندوز ہونا چاہتا ہے، اب اسکو اندر آنیکی اجازت ملی، وہ اندر آیا تو سلام کیا، اور شیخ کے ہاتھ پر دوبارہ تجدید اسلام کر کے واپس ہوا، واپس ہونے کے بعد اس نے خدمات اسلامیہ کی طرف نہایت مستعدی کے ساتھ توجہ کی، تمام شعائر اسلامی کو دوبارہ قائم کیا، علماء اور فقہاء کے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک کئے، تمام ممالک محروسہ مین مدارس قائم کئے، اور مسجدین بنوائین، اپنے تمام خاندان کو اسلام کی دعوت دی، اور خلیفہ مستعصم باللہ کے ساتھ عقیدتمندانہ تعلقات قائم کئے، اور اسکے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ قائم کیا، شہر سرائے کو آباد کر کے اپنا دار السلطنت قرار دیا، اور اسمین دُور دُور سے علما و فضلا کو عطایا و صلات دیکر بلایا کہ لوگون کو شعائر اسلام کی تعلیم دین،

اس سلسلہ مین اس نے سب سے بڑی جو اسلامی خدمت انجام دی وہ یہ تھی کہ ہلاکو خان مخرب بغداد اور قاتل خلیفہ مستعصم باللہ کے ظالمانہ دستبرد سے خلافت اسلامیہ کا جو اقتدار مٹ گیا تھا اسکو دوبارہ قائم کرنا چاہا، اور اسکے لئے ہلاکو خان کے ساتھ ایک سلسلہ جنگ قائم کیا جسکو غلطی سے مورخین نے ایک سیاسی جنگ قرار دیا ہے اور اسکا سبب یہ بتایا ہے کہ چنگیز خان کی اولاد کا

یہ دستور تہا کہ انکو جو فتوحات حاصل ہوتی ہیتن انکا ایک حصہ باتو خان کے خاندان کو تقسیم کردیتے تھے،
لیکن باتو خان کے انتقال کے بعد برکہ خان تخت نشین ہوا تو ہلاکو خان نے اس قدیم خاندانی رسم کو
موقوف کردیا، جسپر برکہ خان نے برہم ہوکر جنگجویانہ طریقہ اختیار کیا، بعض مورخین کا خیال ہے کہ
چنگیز خان کی تقسیم کے رو سے تبریز اور مراغہ باتو خان کے خاندان کے حصہ مین واقع ہوئے تھے،
اس بنا پر ان لوگون نے ہلاکو خان سے اسکا مطالبہ کیا، اور اسی مطالبہ کے رد کرنے سے باہم جنگ
چھڑ گئی، مورخین نے انکے علاوہ اور اسباب بھی بتائے ہین، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ جنگ جو
ہلاکو خان اور برکہ خان کے درمیان قائم ہوئی، کوئی ملکی اور سیاسی جنگ نہ تھی، بلکہ یہ دینی جہاد تہا
جو صرف خلافت اسلامیہ کے اقتدار کے قائم کرنے کے لئے کیا گیا تہا، کیونکہ برکہ خان اور خلیفہ
مستعصم باللہ مین ابتدا ہی سے عقیدتمندانہ تعلقات قائم ہوگئے تھے، اور باہم خط وکتابت
رہتی تھی، اسلام لایا تو یہ عقیدتمندانہ تعلقات اور مستحکم ہوگئے، اسپر مستزاد یہ ہوا کہ اس نے شیخ
سیف الدین باخرزی کے ہاتھ پر تجدید اسلام کی تو انھون نے خصوصیت کے ساتھ اسکے دل مین
خلیفہ کے ساتھ عقیدتمندی کی وصیت کی،

لیکن ہلاکو خان کی حالت اسکے بالکل برعکس تھی، وہ ابتدا ہی سے خلیفہ کے ساتھ بغض
رکھتا تہا، اور خود باتو خان کے زمانہ مین خلافت کے اقتدار کا خاتمہ کردینا چاہتا تہا، چنانچہ
اس نے اپنے بہائی منکوقاآن کی اجازت سے جو باتو خان کی طرف سے گورنری کے عہدے پر
ممتاز تہا، خلیفہ بغداد کے مملوکہ ممالک پر حملہ کرنا چاہا، لیکن برکہ خان نے اپنے بہائی باتو خان کے
ذریعہ سے اسکو اس حملہ سے روکدیا، اور وہ دو برس تک رکا رہا، باتو خان کے انتقال کے بعد
برکہ خان تخت نشین ہوا، تو ہلاکو خان کے دل مین جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی، وہ دفعتہً
بھڑک اٹھی، اور اس نے منکوقاآن کی اجازت سے ایک عام حملہ کرکے خلافت اسلامیہ کا

خاتمہ کردیا، اب برکہ خان کی رگ حمیت مین حرکت پیدا ہوئی، اور اس نے خلیفہ کے گران
قیمت خون کا انتقام لینا چاہا، لیکن اسوقت برکہ خان کی فوج کا اکثر حصہ کافر تہا، اور جو لوگ
مسلمان ہوگئے تھے، اُن کے دل مین بھی ابھی تک قدیم خیالات جاگزین تھے، اور ان خیالات
کی بنا پر ان کے نزدیک خلیفہ کی شہادت اور ممالک اسلامیہ پر تسلط کوئی ایسا اہم واقعہ نہ تہا
جسکو ایک عام جنگ کا محرک قرار دیا جاسکتا اسب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ منکوقاآن جو
اسوقت چنگیز خان کی تمام اولاد پر خود مختارانہ حکومت کر رہا تہا، اور ان مین وہی حیثیت
حاصل کرلی تھی جو مسلمانون کے خلیفہ کو حاصل تھی، ہلاکو خان کا بہائی تہا، اور ہلاکو خان کے ذریعہ سے
ممالک اسلامیہ پر جو تباہی و بربادی آئی تھی وہ اسی کے مشورہ سے آئی تھی، اسلئے ہلاکو خان سے
لڑنا گویا منکوقاآن بلکہ تمام چنگیز خانی اولاد سے لڑنا تہا، اس بنا پر برکہ خان نے نہایت دور اندیشی
کے ساتھ اس مذہبی جنگ کے قائم کرنے کے لئے سیاسی حیلے تلاش کرنا شروع کئے، اور ہلاکو خان سے
مراغہ اور تبریز کا مطالبہ کیا، غنائم و فتوحات مین باتو خان کے خاندان کے متعینہ حصے کا دعوی
کیا جسکا مقصد یہ تہا کہ ان مطالبات کے ذریعہ سے ہلاکو خان کو آمادۂ جنگ کیا جائے
اور تمام قوم اسکو ظالم اور برکہ خان کو مظلوم خیال کرے اور اسکی اعانت و امداد پر آمادہ ہو۔

برکہ خان ان حیل سیاسیہ سے فائدہ اٹھانے کی کوششون مین مصروف تہا کہ جنگ کا ایک
اور سبب یہ پیدا ہوگیا کہ منکوقاآن جو اپنے بہائی قبلائی کے ساتھ بعض ملوک خطا کے ساتھ
مصروف پیکار تہا، اور اس مہم پر اپنے چھوٹے بہائی ارتق بوکا کو اپنا جانشین کرکے روانہ ہوا تہا،
اثنای سفر مین انتقال کر گیا، اور اب تمام افسران فوج نے قبلائے کو جو ارتق بوکا سے بڑا تہا
منکوقاآن کا جانشین کرنا چاہا، لیکن برکہ خان نے اس موقع کو مغتنم سمجھکر قیدو بن قاشین بن
اوگتائے بن چنگیز خان کو ایک دستہ فوج کے ساتھ ارتق بوکا کے پاس روانہ کیا اور کہا کہ

اس منصب کے مستحق تم ہو، کیونکہ منکوقاآن نے خود تمکو اپنا جانشین کیا تہا، تم قبلائے کی
نہ کرو، ہین نے قیدو بن قاشین کے ساتہ جو فوج روانہ کی ہے، وہ تمہاری مدد کریگی، اور اگر
کی ضرورت ہوگی تو ہین اُسکا بہی سامان کرونگا، ارتق بوکا نے برکہ خان کی شہ پائی تو مستقل
جانشینی کا مدعی ہوگیا، اور اسمین اور قبلائے ہین معرکہ آرائی شروع ہوگئی، اور مدتون سلسلہ
قائم رہا، ہلاکو خان اسوقت شام کو پامال کر رہا تہا، اور اسکی پامالی کے بعد مصر کی طرف بڑہنا
اسی حالت ہین اسکو منکوقاآن کی موت، اور برکہ خان کی دراندازی، اور اس خانہ جنگی کا حال
ہوا تو اسکی نگاہ ہین دنیا اندہیری ہوگئی، اور اس نے مصر کے حملے کا خیال بالکل چہوڑ دیا، اور
ہزار فوج کے ساتہ شام ہین ایک گورنر مقرر کرکے اپنے اصل مرکز کی طرف روانہ ہوگیا، اس
موقع سے فائدہ اُٹہاکر سلطان مصر نے اس مختصر سی فوج کو بالکل کچل دیا، چنانچہ اسلام
برکہ خان کا ایک عظیم الشان احسان یہ بھی ہے کہ اس نے محض اپنے حسن تدبیر سے مصر کو ہلاکو کے
حملہ سے محفوظ رکہا، ورنہ بغداد کی طرح اسلام کا یہ مرکز بھی برباد ہوجاتا۔

بہرحال اسوقت ہلاکو خان قدرتی طور پر سخت پریشانیون ہین مبتلا تہا، ایک طرف وہ
مصریون سے انتقام لینا چاہتا تہا، دوسری طرف اس خانہ جنگی کی فکر ہین مصروف تہا، برکہ
اس موقع سے فائدہ اُٹہاکر سنہ ۶۶۰ھ ہین ہلاکو خان کے پاس دو قاصد روانہ کئے، اور انکے ذریعہ
اپنے قدیم خاندانی حقوق کا مطالبہ کیا، لیکن ہلاکو خان نے ان قاصدون کو قتل کردیا، اور اس
برکہ خان کو اسکے ساتہ جنگ کا موقع ملا، اور تائید ایزدی نے اسکو اس جنگ ہین کامیاب
کیا، اور ہلاکو خان نے شکست فاش کہائی، اسلام کا یہ کتنا عجیب وغریب معجزہ، اور حق
طاقت کا یہ کیسا شاندار ظہور ہے کہ ایسی حالت ہین جبکہ خلافت اسلامیہ کا اقتدار کلیتہً
ہوچکا تہا، تمام ممالک اسلامیہ پر کفار نے تسلط کرلیا تہا، اسلام بالکل یتیم و بیکس ہو

ہو رہا تہا، خدا نے خود اسی قوم سے جس نے اسلام کو ان مصائب گوناگون ہین مبتلا کردیا تہا،
ایک شخص کو کہڑا کردیا، جس نے اپنے قدیم خاندانی روایات کی کچھ پروانہ کی، جس نے اپنے
اعزہ واقارب کے خون کو بالکل ہیچ سمجہا، اور خلافت اسلامیہ کے اقتدار پر ان تمام چیزون کو
قربان کردیا، وفی ذلک عبرۃ عظیمۃ للمعتبرین وذکریٰ کبیرۃ للمستبصرین،

لیکن اسلام پر برکہ خان کا صرف یہی احسان نہین ہے، کہ اس نے اس مذہبی عزت کو
دوبارہ قائم کیا، جو خلافت کے اقتدار کو مٹاکر تمام مسلمانون سے چہین لیگئی تہی، بلکہ اسکا سب سے
بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اس جنگ کے سلسلہ ہین ایک عام اسلامی اتحاد قائم کیا، اور
اس اتحاد کے ذریعہ سے ایشیائی بادشاہون کے دامن اخلاق کے ایک نہایت بدنما داغ کو
مٹا دیا،

ایشیائی تاریخون ہین سلاطین کی حریفانہ کشمکش کے متعلق بہ کثرت روایتین مل سکتی ہین،
لیکن باہمی توافق، تعاون، اور ائتلاف واتحاد کے متعلق بہ مشکل چند سطرین نظر سے
گذرتی ہین، ائتلاف واتحاد کا اصطلاحی لفظ موجودہ یورپین سیاست نے پیدا کیا ہے، قدیم
زمانہ کے مدبرین سلطنت اس سے بہت کم آشنا تہے، لیکن یہ صرف اسلام کی برکت، خلافت
کی عظمت، اور خلیفہ اسلام کی محبت کا نتیجہ تہا کہ تمام ایشیائی روایات کے برخلاف برکہ خان نے
ایک عام اتحاد اسلامی کی بنیاد ڈالی، اسلامی بادشاہون کو جو ہلاکو خان کے خوف سے لرز
رہے تہے، ہر قسم کی فوجی مدد دیکر طاقتور بنایا، اور انکو ہلاکو خان سے جنگ کرنیکی ترغیب دی،
چنانچہ اس نے شاہ تبریز، اور شاہ لور کو ہلاکو کے شکست کی خبر دی، اور انکو اسکے ساتہ جنگ
کرنے پر آمادہ کیا، اسوقت بغداد کے بعد اسلام کا دوسرا مرکز صرف مصر تہا، لیکن جب ہلاکو خان
نے خلیفہ بغداد کو تہہ تیغ کرکے بغداد اور موصل پر قبضہ کرلیا، تو سلطان ظاہر بیبرس شاہ مصر سخت

خائف ہوا، لیکن برکہ خان نے اُسکو تسکین دی اور اسکے پاس اپنے اسلام کی خبر پہنچائی، سلطان
ظاہر کو یہ تسکین بخش خبر معلوم ہوئی تو اس نے برکہ خان کی ذات کو نہایت مغتنم سمجھا اور دونو
مین باہم ایک عام اتحاد قائم ہوگیا جسکی ابتدائی طور پر اسطرح ہوئی کہ منکو قاآن نے
اہل ہمدان کی درخواست پر ہلاکو خان کو جس فوج کے ساتھ ایک مہم پر روانہ کیا تھا وہ برکہ خان
کی سلطنت کے ابتدائی زمانہ تک ہلاکو خان کے پاس موجود تھی، ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا
تو برکہ خان اگرچہ اسکو سخت ناپسند کرتا تھا، تاہم وہ بعض مجبوریون کی وجہ سے اس فوج کو اپنے
پاس سے واپس نہ بلاسکا، لیکن جب خود برکہ خان اور ہلاکو خان کے درمیان سلسلۂ جنگ شروع
ہوا تو برکہ خان نے اس فوج کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اسکے پاس واپس چلی آئے، اور اگر یہ ممکن
تو مصر و شام مین جاکر ہلاکو خان کے خلاف سلطان ظاہر کی مدد کرے، چنانچہ یہ فوج سلطان ظاہر
کی فوج سے جاکر مل گئی، اور سلطان ظاہر نے نہایت گرمجوشی سے اسکا استقبال کیا چنانچہ
ذیحجہ ۶۶۰ھ کو یہ فوج قاہرہ مین داخل ہوئی تو سلطان نے نہایت شان و شوکت سے اسکا
استقبال کیا، ایک عمارت مین جو خاص طور پر اسی فوج کے لئے تیار کرائی گئی تھی اُسکو مہمان
اتارا، نہایت وسیع پیمانہ پر اسکی دعوت کی، اسکو خلعت گھوڑے، اور انعامات تقسیم کئے اور
اُنکے ساتھ گیند کھیلا، تاتاریون کو اس عزت و احترام کی خبر پہنچی تو جوق جوق آکر مصر مین داخل
ہوئے اور سلطان نے سب پر اپنا اعتماد ظاہر کیا، اور ان سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اسلام
قبول کیا۔

اس فوج کے پہنچنے سے پیشتر سلطان ظاہر برکہ خان کے نام ایک خط روانہ کرچکا تھا
جسمین اُسکو ہلاکو خان کی مخالفت پر نہایت پرزور الفاظ مین آمادہ کیا تھا، اور لکھا تھا کہ تواتر کے
ذریعہ سے آپ کے اسلام کی خبرین پہنچ چکی ہین، اسلئے آپ پر کفار کے ساتھ گو وہ آپ

قبیلہ اور خاندان ہی کے ہون، جہاد فرض ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود
اپنے اعزہ و اقارب، اور خود اپنے قبیلۂ قریش کے ساتھ جہاد کیا تھا، اور حکم دیا تھا کہ جبتک
لوگ کلمۂ توحید کا اقرار نہ کرلین، اُنکے ساتھ جنگ کی جائے، اسلام صرف زبانی اقرار کا نام
نہین ہے بلکہ جہاد اُسکا ایک رکن اعظم ہے، متواتر خبرون سے معلوم ہوچکا ہے کہ ہلاکو خان کی بی بی
ایک عیسائی عورت ہے، اور اس نے اسکی خاطر سے عیسائی مذہب کو آپکے دین اسلام پر مقدم
رکھا ہے، اور پادریون کو خلفاء کا قائم مقام کیا ہے، اسکے بعد تاتاری فوج مصر مین داخل ہوئی،
اور اس سے برکہ خان کے مزید حالات معلوم ہوئے، تو اس نے برکہ خان کے نام دوسرا خط لکھا
جسمین اُسکو جہاد کی ترغیب دی، اور اپنی فوج کی تعداد اسکی جنسیت، اسکی نوعیت، اور ساز و سامان
کی پوری تفصیل کی، اسکے علاوہ اور بھی مختلف طریقون سے اسکو ہلاکو خان کی مخالفت پر آمادہ کیا،
خط کے روانہ کرنے کا وقت آیا تو سلطان نے ایوان شاہی مین تمام ارکان دولت کو جمع کرکے
اس خط کو سنایا، اور اُن سے مشورہ طلب کیا، سب نے اسکی رائے کی تائید کی، اور اسکے اس طرز
عمل سے اتفاق ظاہر کیا، جب اس خط کے روانہ کرنے پر اتفاق عام ہوگیا تو سلطان نے ۲ محرم
سنہ ۶۶۱ھ کو ایک دربار عام کیا، جسمین تمام رعایا، تاتاری فوج، سفراء، اور امیر المومنین خلیفہ
حاکم بامر اللہ ابی العباس شریک ہوئے، اور سلطان نے تمام شرکاء دربار کے ساتھ خلیفہ کے
ہاتھ پر بیعت کی، اسکے بعد خط کے روانہ کرنے کے متعلق بحث ہوئی، تو خلیفہ نے اس سے اتفاق کیا،
پھر دوبارہ لوگون کو خط سُنا کر مہر بند کیا گیا، اسکے بعد دوسرا جمعہ آیا تو خلیفہ نے خطبہ پڑھا، اور
نماز جمعہ پڑھائی، اور سلطان ظاہر اور تمام مسلمانون کے حق مین دعا کی، نماز و دعا ختم ہوئی تو سفراء خلیفہ
اور سلطان کی خدمت مین حاضر ہوئے، تو سلطان نے اُن سے زبانی طور پر برکہ خان کے ساتھ
اپنی دوستی کا اظہار کیا، اور کہا کہ مین اُسکے فتح و ظفر کے لئے دعا کرتا ہون، اور جس چیز مین دنیا کی

بہتری ہو اُسپر اُسکے ساتھ متفق ہون، اس زبانی وصیت کے بعد سفراء کو زادِ راہ دیکر کشتی میں سوار کرایا، اور وہ محرم ۶۶۱ھ میں روانہ ہوئے، اور لشکریس شاہ قسطنطنیہ کے پاس سے ہوکر گذرے، برکہ خان نے سلطان ظاہر کے پاس اُسکے پہلے خط کا جواب جن سفراء کے ذریعہ سے بھیجا تھا، وہ بھی اسی بادشاہ کے یہان مقیم تھے، اور اس طرح دونون بادشاہون کے سفراء مین حسن اتفاق سے ملاقات ہوگئی،

بہرحال برکہ خان کے قاصد جب مصر مین خط لیکر پہنچے، تو گورنر مصر نے سلطان ظاہر کو اسکی اطلاع دی، اور سلطان نے قلعہ مین تمام رعایا اور ارکان دولت کو جمع کیا، جنکے سامنے برکہ خان کا خط پڑھا گیا، جسمین سلطان کا شکریہ ادا کیا گیا تھا، ہلاکو خان کے خلاف مدد مانگی گئی تھی، اور یہ یقین دلایا گیا تھا کہ مین چنگیز خانی رسوم وقواعد کا بالکل مخالف ہون، اور ہلاکو خان نے جو خونریزیان کی ہین وہ بالکل باغیانہ ہین، ہم اور ہمارے چارون بھائی اسلئے کھڑے ہوئے ہین کہ اسلام اور مراکز اسلام کو اپنی اصلی حالت پر لانے، اذان، قراٴت، اور نماز کے قائم کرنے اور ائمہ اور اُمت کے خونبہا لینے کے لئے ہلاکو خان سے چارون طرف سے جنگ کرین، خط مین یہ بھی درخواست کیگئی تھی کہ فرات کی جانب سے ایک دستہ فوج بھیجا جائے تاکہ وہ ہلاکو خان کا راستہ بند کردے، خط سُنانے کے بعد دربار ختم ہوا، اور سلطان نے سفراء کو انعامات سے مالامال کردیا، نہایت عظیم الشان پیمانے پر اُنکی دعوت کی، اور ۱۸-شعبان یوم جمعہ کو خلیفہ نے ان سفراء کے سامنے ایک خطبہ دیا، جسمین سلطان ظاہر اور برکہ خان کے لئے دعا کی، نماز پڑھائی، اور سلطان اور سفراء سے مہمات اسلام کے متعلق گفتگو کی، دوسری رات کو سفراء قلعہ مین آئے، اور خلیفہ نے خود اُنکو خلعت پہنایا، سلطان ظاہر نے مکہ، مدینہ اور بیت المقدس مین فرمان بھیجا کہ خطبہ مین اسکے بعد برکہ خان کے لئے بھی دعا کیجائے،

سلطان ظاہر نے برکہ خان کے سفراء کا جس گرمجوشی سے خیر مقدم کیا تھا برکہ خان نے بھی سلطان ظاہر کے سفراء کے خیر مقدم مین اسی جوش اسلامی کا اظہار کیا، چنانچہ وہ سلطان ظاہر کے سفراء کی اتفاقی ملاقات کے بعد قسطنطنیہ سے روانہ ہوکر برکہ خان کی خدمت مین پہنچے تو مقام اردو مین وزیر شرف الدین قزوینی نے اُن کا استقبال کیا، اور نہایت اہتمام کے ساتھ اُنکی مہمان نوازی کی، صبح کے وقت قریب کی ایک اقامت گاہ مین برکہ خان نے وزیر شرف الدین قزوینی کی معیت مین اُنکو شرف ملاقات بخشا، پہلے ہی سے دربار کے تمام اداب ان سفراء کو بتادیے گئے تھے، اور اُنھون نے ان تمام آداب کی پابندی کے ساتھ بادشاہ کے ہاتھ مین خط دیا، اور بادشاہ نے نہایت خوشی کے ساتھ اُسکو پڑھواکر سُنا، اور نہایت فیاضانہ طریقے پر اُنکی مہمان نوازی کی، اور جب تک وہ مقیم رہے اُنسے مصر کے مختلف حالات پوچھتا رہا۔

یہ سفراء ۲۶ دن تک برکہ خان کے یہان مقیم رہے، اسکے بعد انکو خلعت وانعام کے ساتھ خط کا جواب دیکر واپس کیا، اور اُنکے ساتھ خود بھی اپنے سفراء روانہ کئے، یہ سفراء مصر مین پہنچے تو یہ فوجی جائزہ لینے کا زمانہ تھا، اُنھون نے فوج کی تعداد اور اُنکے ساز وسامان دیکھے تو ششدر ہوکر رہ گئے، اور سلطان ظاہر سے پوچھا کہ کیا یہ صرف مصر اور شام کی فوج ہے؟ اس نے کہا نہین، یہ صرف شہر کی فوج ہے، سرحدون پر جو فوجین متعین ہین وہ اسکے علاوہ ہین،

یہ سفراء جو خط لائے تھے، اسمین پہلے اخلاص ومحبت کا یقین دلایا گیا تھا اور سلطان کی خواہش کے مطابق ہلاکو خان کے خلاف اسکو مدد دینے کا وعدہ کیا گیا تھا، تاتاریون مین جو لوگ اسلام لاچکے تھے اُنکے نام اور قبائل وغیرہ کی تفصیل درج تھی، اور لکھا تھا کہ ہمارے تمام چھوٹے بڑے بھائی مع اپنی آل واولاد کے مسلمان ہوگئے ہین، اور فرائض، سنن، زکوٰۃ، اور جہاد کے پورے طور پر پابند ہین، سلطان ظاہر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مین نے ہلاکو سے جو میرے گوشت وخون کا

ایک جزو نہ تھا صرف اعلاء کلمۃ اللہ اور عصبیت اسلامی کی بنا پر جنگ کی ہے، کیونکہ وہ باغی ہے اور باغی خدا کا منکر ہوتا ہے، مین نے اپنے سفراء کے ساتھ ابن شہاب الدین غازی کو بھی اسلئے روانہ کیا ہے کہ انھون نے اس جنگ کے جو مناظر اپنی آنکھ سے دیکھے ہین سلطان کے سامنے اُن کا حال بیان کرین، سلطان نے اپنی سعادتمندی سے آل عباس مین سے حاکم بامر اللہ کو جو مسلمانون کا خلیفہ مقرر کیا ہے، مین اسکا نہایت شکرگذار ہون، بالخصوص جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ سلطان اپنی فوج کے ساتھ بغداد کی طرف بڑھنا چاہتا ہے کہ اسے کفار کے غاصبانہ قبضہ سے بچائے تو میرے یہ شکرگذارانہ جذبات اور بھی ترقی کر گئے،

تاریخون مین صرف اسی خط وکتابت کا تفصیلی حال درج ہے، لیکن اس خط وکتابت کے علاوہ دونون بادشاہون مین اور بھی متعدد مراسلتین ہوئین، اور ان کا سلسلہ تادم مرگ قائم رہا بہرحال اس پائدار اتحاد نے ہلاکو خان کی تمام کوششون کو ناکامیاب کر دیا، اخیر مین اگرچہ اس نے ایک بار انتقام لینے کی اور بھی کوشش کی، لیکن اس مین بھی ناکامیاب رہا، اور بالآخر انھی تردّدات وافکار مین مبتلا رہ کر بمرض صرع ربیع الاول ۶۶۳ھ مین انتقال کر گیا اسکے بعد اسکا بیٹا ابغا خان تخت نشین ہوا، اور اس نے بھی برکہ خان سے باپ کا انتقام لینا چاہا، لیکن اس نے بھی شکست کھائی۔

خلافت کی بنا پر یہ اتحاد قائم ہوا تھا، اور اس نے اخیر تک اسلام کو کامیاب رکھا، آج بھی اسی مسئلۂ خلافت کے ذریعہ سے تمام دنیاے اسلام مین ایک عام اتحاد قائم ہو رہا ہے اور خدا کی ذات سے توقع ہے کہ وہ اسکو نہایت پرامن طریقہ سے کامیاب کریگا، اور خلافت کا اقتدار دوبارہ قائم ہو کر رہیگا۔

فارسی مین یای معروف و مجہول

از سید ناظر الحسن ہوش بلگرامی

یای معروف وہ ہے جسکے ماقبل کا کسرہ اشباع کے ساتھ یعنی کھینچکر پڑھا جائے، جیسے تیر، زنجیر، خوشی، کشتی وغیرہ، اور مجہول وہ ہے جسکے ماقبل کا کسرہ کھینچکر نہ پڑھا جائے، جیسے، دیر، بیر، بلے، کاشکے وغیرہ،

(ی) معروف ہو یا مجہول کسی لفظ مین اصلی ہوگی یا زاید، اصلی جیسے تیر اور زنجیر و دیر و سیر مین، اور زاید وہ ہے جو کسی فائدہ کی غرض سے لفظ کے آخر مین بڑھائی گئی ہو، جسکا بیان آگے آئیگا۔

اصلی (ی) کسی لفظ مین ہر جگہ آتی ہے جیسے دیدار، خریدار، زنجیر، پیر، نشیب، شکیب وغیرہ مین، یا آخر مین ہوگی جیسے آشتی، گیتی، آرسے، بلے وغیرہ مین، اور اول مین جب آتی ہے تو متحرک ہی ہوتی ہے، ساکن نہین ہوتی، کیونکہ ابتدا بالسکون محال ہے، اور بحالت حرکت مجہول یا معروف کے ساتھ اسکی تعبیر نہین کیجاتی ہے،

اب معلوم کرنا چاہیئے کہ جو اصلی (ی) کسی لفظ کے درمیان حرف روی سے پہلے آتی ہے تو اسمین معروف و مجہول کی رعایت مستحسن ہے، یعنی یاے معروف کا قافیہ یاے مجہول کے ساتھ نہ کرنا بہتر ہے، حضرت جامی ایسے قافیون کو غلط سمجھتے ہین، چنانچہ اپنے رسالۂ قافیہ مین حرف ردف کی بحث مین حکیم سنائی کے اس شعر پر دیر اور پذیر کے اجتماع کے متعلق اعتراض کیا ہے،

باد جوشش ازل پذیر آمد ۔۔۔ نیک آمد ولیک دیر آمد

لیکن زمانۂ حال کے اہل زبان اس قسم کے قوافی بے تکلف استعمال کرتے اور جائز سمجھتے ہین،

ان کے نزدیک گویا یاے مجہول کا وجود ہی نہین ہے، اُن کا تتبع کرکے اُردو کے قدیم شعرا نے بھی اس قسم کے قافیے کئے ہین، سودا

ہوا دیکھ حیران صغیر وکبیر جب آگے سے اُٹھ جائے قالین کشمیر

لیکن اب اردو مین اس قسم کے قافیے نہین کرتے، اُنکو قطعاً غلط سمجھتے ہین، اور متاخرین اہل فارس مین بھی جو محقق ہین وہ ایسے قافیون سے احتراز واجب سمجھتے ہین، چنانچہ محمد تقی سپہر مولف ناسخ التواریخ کتاب "براہین العجم" مین لکھتے ہین :-

"شعراے متقدم جمیعاً رعایت نمودند، ومجہول یا معروف نیاوردند"

پھر ایک جگہ اسی کتاب مین کہتے ہین :-

"متقدمین مجہول ومعروف را باہم قافیہ ندادند ہیچ کس را دربن اختلافے نبود"

اصلی (ی) اگر کسی لفظ کے آخر مین آتی ہے، اسوقت بھی معروف ومجہول کی رعایت ضروری ہے، مثلاً لفظ علی کا قافیہ بلے نہین کرسکتے، چنانچہ محقق طوسی علیہ الرحمہ نے "معیار الاشعار" مین عیوب قافیہ فارسی کے بیان مین حرف روی کے اختلاف کے ذکر مین لکھا ہے کہ میرے بیاے مجہول کا قافیہ لفظ علی کے ساتھ نہ کیا جائے (مرے بیاے مجہول کے معنی زر کامل عیار مین کوشیدن وبرابری کردن لکھے ہین) اور محمد تقی سپہر نے بھی فرمایا ہے بلکہ انھون نے تو "براہین العجم" مین یاے معروف ومجہول کے الفاظ کی ایک فہرست بھی لکھدی ہے،

زاید (ی) دو قسم کی ہے، معروف ومجہول، قسم اول کے متعلق کتب قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ دو قسم کی (ی) اہل زبان کے نزدیک معروف ہے، اول یاے نسبت جیسے ہندی، رومی، مکی، مدنی، ہاشمی، قریشی وغیرہ،

اے مدنی برقع وکمی نقاب پردہ نشین چند بود آفتاب

شاہ قرشی وہاشمی خیل زلفین تو ہر دو لام والعیل

دیگر:

(۲) یاے ضمیر مخاطب واحد جو فعل کے آخر مین آتی ہے جیسے گفتی، گوئی وغیرہ،

(۳) یائے خطاب جو اسم کے آخر مین بمعنی ہستی آتی ہے جیسے مردی یعنی مرد ہستی اور سردی بمعنی سرد ہستی ؎

بادہا خوردن وہشیار نشستن سہل است گر بدولت برسی مست نگردی مردی

دیگر: ماہی رماہ فلک را چون کمان ابرو بود سردی از سرو سہی راعنبرین گیسو بود

(۴) یائے مصدری جو کسی اسم جامد یا اسم مشتق یا صفت کے آخر مین آنے سے مصدری معنی پیدا ہوتے ہین جیسے ؎

تلخی راحت خوشی تنگی بدی ملکت شہی سودی سری جدت نوی کفتہ پری ربت گمان

دیگر: گوشہ گیری عزیزان ہمہ از بے برگی است مرغ ہم میل پریدن نکند تا پر نیست

(۵) یاے لیاقت جو مصدر فارسی کے آخر مین آنے سے لیاقت وقابلیت کے معنی پیدا کرتی ہے، جیسے کشتنی، سوختنی وغیرہ،

شمع گر با تو کند دعوی نازک بدنی کشتنی سوختنی باشد وگردن زدنی

(۶) یاے مبالغہ جیسے علامی، فہامی، یعنی بڑا عالم اور بڑا فہیم، یہ عربی اسماے صفات و مبالغہ کے آخر مین آتی ہے، اسی طرح یائے متکلم جیسے مشفقی، محبی وغیرہ،

زاید (ی) کی دوسری قسم یعنی مجہول کے متعلق کتب قواعد سے نو قسمین پائی جاتی ہین،

(۱) یاے وحدت بمعنی یک، اسمین یاے تخصیص، تنکیر، تعظیم وتحقیر یہ چارون قسمین داخل ہین، جیسا کہ ذیل کے اشعار سے ظاہر ہے،

شہر خالی است زعشاق بگر کز طرفے مردے از غیب برون آید وکارے بکند

مردے یعنی ایک مرد یا کوئی مرد ؎

پری رخے لبشکر خندہ قتل مردم کرد　　چو گفتمش کہ مراہم بکش تبسم کرد

پری رخے یعنی ایک خاص پری رخ جسکو شاعر جانتا ہے ؎

یار دارد سر صید دل حافظ یاران　　شاہبازے بشکار مگسے می آید

شاہبازے یعنی ایک بڑا باعظمت شاہباز، مگسے یعنی ایک حقیر وناچیز مگس،

(۲) یاے موصولہ اسکے بعد کاف صلہ بھی آتا ہے، اسکو یاے صفت بھی کہتے ہین، اسکے معنی "جو" "جس" یا "ایسا" ہوتے ہین، ؎

پادشاہے کہ طرح ظلم افگند　　پاے دیوار ملک خویش بکند

پادشاہے یعنی جس بادشاہ نے ؎ دیگر

گداے کہ بر شیر نر زین نہد　　ابو زید را اسپ و خر زین نہد

گداے یعنی ایسا فقیر

(۳) یاے استمراری جو ماضی مطلق کے آخر مین آکر معنی استمراری پیدا کرتی ہے،

نخوردے کہ خاطر بیاسایدش　　ندادے کہ فردا بکار آیدش

نخوردے ونداد ے یعنی نمی خورد و نمی داد،

(۴) یاے تمنا یہ بھی ماضی مطلق کے آخر مین آتی ہے اور امید و آرزو کے معنی پیدا کرتی ہے،

چہ بودے کہ پا ہم درین کار گل　　بگنجے فرو رفتے از کام دل

بگنجے فرو رفتے یعنی میری آرزو یہ تھی کہ خزانہ پر میرا پاؤن پڑتا، دیگر

مرا اے کاشکے مادر نزادے　　وگر زادے مرا شیرے ندادے

شیرے ندادے یعنی اے کاش شیر نمی داد،

(۵) یاے اضافت یعنی جس اسم کے آخر مین الف یا واؤ ہو، جب اسکو کسی اسم کی طرف مضاف کرین تو کسرۂ اضافت کے بدلے (ی) لاتے ہین، جیسے عصاے موسیٰ اور بوے گل ؎

تا تماشاے دہانت کرد حیران غنچہ را　　شاخ گل دستے است در زیر زنخدان غنچہ را

دیگر ؎ روے تو ہر کہ دید بمصحف شبیہ گفت　　ہر کس شنید ذالک لاریب فیہ گفت

(۶) یاے مقدار جسکے اسم کے آخر مین آنے سے مقدار کے معنی پیدا ہوتے ہین،

اگر گنجے کنی بر عامیان بخش　　رسد مر ہر گداے را برنجے

یعنی بمقدار برنج۔

(۷) یاے تعجب کسی اسم کے آخر مین آنے سے معنی تعجب پیدا ہوتے ہین ؎

چشم بد دور عالمے داریم　　من و مجنون و دامن صحرا

عالمے یعنی عجب عالم،

(۸) یاے استغراق بمعنی ہیچ، یعنی کسی اسم کے آخر مین آنے سے کسی چیز کی نفی بین مبالغہ اور استغراق ہوتا ہے ؎

مسلمانان مسلمانش مخوانید　　قتیل کافرا ایمانے ندارد

یعنی ہیچ ایمان ندارد،

(۹) یاے زاید یعنی محض تحسین کلام کے لئے آخر مین زیادہ ہوتی ہے، ؎

ہماے حضور و گلشن امن است این سراے　　زین در بشادمانی و عیش و طرب راے

یاے زاید معروف بھی ہوتی ہے جیسے نظامی ع فروشندہ را با فضولی چہ کار، ظہوری انتظاری نگشتہ تکیہ گہش، اور مجہول بھی ہوتی ہے جیسے جامی،

الٰہی غنچۂ امید بکشاے　　گلے از روضۂ جاوید بنماے

اصلی خواہ مجہول ہو یا معروف کسی لفظ مین ہر جگہ آتی ہے مگر زاید سوائے آخر لفظ کے اور کہین
نہین آتی -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان اقسام کے معلوم کرنے کے بعد یہ بات جاننے کے قابل ہے کہ
متاخرین اہل فارس کے نزدیک معدودے چند کے سوا یائے معروف و مجہول مین کوئی
فرق نہین ہے، وہ یائے زاید کی پہلی قسم کی تمام یاؤن کو دوسری قسم کی تمام یاؤن کے ساتھ
بے تکلف قافیہ مین جمع کردیتے ہین، اور متقدمین مین بھی خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول سے معلوم
ہوتا ہے کہ اُنکے زمانہ مین بھی دو گروہ تھے، ایک گروہ تو معروف و مجہول کے فرق کو تسلیم کرتا تھا
جسمین خود خواجہ موصوف بھی داخل ہین، چنانچہ "معیار الاشعار" مین قافیہ کی بحث مین وہ یائے
مجہول کو (ی) ہی نہین کہتے بلکہ شبیہ بیا کہتے ہین، اور دوسرا گروہ وہ تھا جو یائے معروف
و مجہول کے فرق کو تسلیم نہین کرتا تھا، چنانچہ خواجہ موصوف کتاب کے آخر مین مجری کی بحث
مین اس گروہ کی طرف اشارہ کرکے اسطرح فرماتے ہین :-

"اختلاف مجری و قبح آن پوشیدہ نماند مگر کہ اختلاف وصل باشد و حرف متقارب
چنانچہ لپسری در خطاب و خبرے در نکرہ پس کسرۂ را مختلف است و شاید کہ بر بعض
مردم ملتبس گردد"

اسمین محقق علیہ الرحمۃ نے لپسری کی یائے خطاب کو اور خبرے کی یائے نکرہ کو علیحدہ اور حرف
قریب المخرج شمار کیا ہے، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ مین بعض ایسے لوگ بھی
جنکی نظر مین یائے معروف و مجہول ایک چیز تھی جبھی تو محقق نے فرمایا ہے کہ :-

"شاید بر بعض مردم ملتبس گردد"

اب اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ یائے معروف و مجہول کا اجتماع قدماء کے زمانہ مین کمتر اور ا

زمانہ مین بیشتر بلکہ تمام تر جائز ہے، لیکن ہم ہندی چونکہ قدماء کے کلام کے پیرو ہین اسلئے
حتی المقدور اس قسم کے اجتماع سے پرہیز کرنا ہمارے لئے مستحسن بلکہ لازم ہے اور متاخرین
اہل فارس مین محمد تقی سپہر نے بھی "براہین العجم" مین یہی ہدایت کی ہے، ایک فاضل اہل
زبان کے قول کے مقابل عوام کی پیروی خلاف احتیاط ہے، لیکن غلط العام صحیح کہنے والون سے
تعرض بھی نہین کیا جاسکتا، ایک بات یاد آگئی اسکو بھی لکھے دیتا ہون، عربی مین یای مجہول
ہوتی ہی نہین ہے، سوائے امالہ کے جیسے حساب سے حسیب -

تلخیص و تبصرہ

یورپ اور تمدن اسلام

سر ہزی جانسٹن انگلستان مین اسوقت ایک نامور شخصیت رکہتے ہین، جھون نے براعظم افریقہ کے دور و دراز اقطاع مین عرصہ تک سیاحی کی ہے، اور جنکے مضامین سیاسیات و جغرافیہ سے متعلق انگریزی رسایل مین اکثر شایع ہوتے رہتے ہین، کچھ روز ہوئے انھون نے لندن کے مشہور ہفتہ وار نیو اسٹیٹسمین مین تمدن اسلام سے متعلق ایک شدید مخالفانہ مضمون شایع کیا تہا، جسکا ملخص ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے :-

اسلامی تہذیب و تمدن

" اسوقت افریقہ و ایشیا مین یورپ کے خلاف جو شعلۂ مخالفت بہڑک رہا ہے، اسمین اسلام کی مخالفت قطعاً قابل توجہ و التفات ہے، اسلئے کہ اسلام فطرۃً ایک جنگجو اور غیر روادار مذہب ہے، اور یورپین تمدن کے دشمنون مین مسلمان ہی سب سے قوی ہین، اور پست اقوام مین وہی سب سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ترقی و تہذیب کی مخالفت پر کمربستہ رہتی ہین، باوصف ان قابل تعریف ارشادات کے جنکا انتساب بانیٔ اسلام مدبّر و پیمبر کی جانب کیا جاتا ہے، اس سے انکار ناممکن ہے، کہ ملک گیری و لشکر کشی شروع ہی سے اسلام کا جزو رہی ہے، اور بدقسمتی سے اسلامی دماغ اپنا محور و مرکز قرآن کی جامد تعلیمات کو سمجھتا ہے جنکی روش موجودہ اصول تعلیم و تربیت، علوم و فنون، تمدن و معاشرت، غرض ہر اس چیز کے جو ترقی اور فلاح و بہبود کی طرف لیجانے والی ہے، سخت مخالف ہے،

بیشک اسلام کے روشن پہلو کے متعلق بہی کچھ کہا جا سکتا ہے، رومی شہنشاہی کے مٹانے مین سب سے زیادہ عربون، ایرانیون، بربریون، ترکون اور تاتاریون نے حصہ لیا جو سب کے سب اسلام کے رشتۂ اتحاد مین منسلک تھے، گوتہون، جرمنون، نارمنون، سلافیون اور سیکیاردن کے خروج کا اثر صرف اتنا ہوا تہا کہ رومی شہنشاہی کی صورت تبدیل ہوگئی تھی، اور رومہ و یونان کا اثر قوی تر ہوگیا تہا، لیکن اسلام نے جسکی علمبردار ایشیائی و افریقی اقوام تہین، ایشیاء کوچک، شام، مصر، شمالی افریقہ، قسطنطنیہ، اور کچھ روز کے لئے پرتگال و اسپین سے بھی یورپین اثر کا بالکل استیصال کردیا، اسلام کا حملہ یونانی و رومی سلطنت پر ایسے زمانہ مین ہوا جبکہ مسیح کی مسیحیت کے بجاے آباء کلیسا کی شریعت قائم تھی، اور یہ شریعت تلاش و تحقیق، تمدن و شائستگی، علم و فن سے ویسی ہی جاہلانہ دشمنی رکہتی تھی، جیسی آج اسلام رکہتا ہے، آٹھوین صدی عیسوی اور اس سے بڑھکر دسوین اور بارہوین صدی کے درمیان اسلام روشن خیالی کا حامی رہا۔ اس نے سائنس سے متعلق بعض ان یونانی تصانیف کو شایع کیا، جنہین مسیحی تعصب نے فنا کردیا تہا، تعمیر، ادب، موسیقی، باغبانی، شکار وغیرہ سے متعلق اس نے بہت سی باتون مین تجدید کی، اس نے وسطی افریقہ و مدغاسکر سے لیکر جنوبی امریکا و چین تک دور و دراز و مجہول الحال ممالک مین سیاح بھیجے، اور مجاہدات صلیبی کے دوران مین اسکا یورپ پر یہ لازمی اثر پڑا کہ وہان علوم و فنون و صنائع کا از سر نو احیاء ہونے لگا۔

لیکن سولہوین صدی مین جب سے ترکی اقتدار بڑہا، اسی وقت سے اسلام کی روشنخیالی کا زوال ہونے لگا، سلطنت ٹرکی یا ترکون و تاتاریون کے متفرق قبائل کے اثر سے بربر، شمالی افریقہ، مصر، ایران، یونان، شام، ایشیاے کوچک، عرب و عراق، سب کا تمدن دیکھتے دیکھتے مٹ گیا، لیکن اسلام نے باضابطہ طور پر ترکون کی سرزنش مین آج تک ایک حرف نہین

کہا ہے، اور اگر کسی عرب، یا بربری، یا شامی، یا ایرانی کی زبان سے کوئی لفظ نکلتا بھی ہے تو فوراً اسکی زبان بند کردیجاتی ہے۔

بارہوین صدی سے لیکر انیسوین صدی عیسوی تک اسلام نے ہندوستان پر شدید نوازل و مصائب کی بارش رکھی، اور اس ملک کی آبادی بہت کچھ گھٹادی، سات سو برس تک یہی مذہب اس ملک مین ملک گیری و خون ریزی، قتل و غارت، جور و تعدی کا ذمہ دار رہا، تا آنکہ بالآخر ایک یورپین طاقت نے یہان امن و امان ازسر نو قائم کیا، افریقہ مین رسم غلامی کو پیدا اور قائم رکھنے والا یہی مذہب تھا، تا آنکہ اٹلی نے طرابلس اور فرانس نے مراکو پر قابض ہوکر اسکی بیخکنی کی۔

میری نظر مین اللہ کی پرستش اور محمد کی پیروی مین سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ یہ مذہب ماضی سے بالکل بے تعلقی کی تعلیم دیتا ہے، یہودیت بعثت مسیح سے سو برس قبل مسیحیت مین محلول ہوچکی تھی، اور یہ موجودہ یہودیون کی محض ایک احمقانہ ضد ہے جو انہین اپنے تئین علانیہ متبعین مسیح قرار دینے سے روکتی ہے، ردمیون کی قائم کردہ مسیحی شریعت نے بھی ایک زمانہ مین اسکی تعلیم دینا چاہی تھی، کہ قدیم یونانیون و ردمیون کے علمی کارنامون سے یکسر قطع نظر کرلی جائے، لیکن نشاۃ جدیدہ نے اس کوشش کو باطل کردیا، اور فلاطون و ارسطو اقلیدس و بلیناس وغیرہ کی تصانیف کے تراجم نے جہالت کی پرستش کا سدباب کردیا، چنانچہ اہل انگلستان و فرانس، اٹلی و پرتگال، سب نے اپنے کا فرد بیدین اسلاف کے علمی کارنامون پر فخر کرنا شروع کردیا، یہانتک کہ دس لاکھ سال کی مسلسل و غیر منقطع تاریخ انسانی کا تخیل، یورپ و امریکہ کی مسیحی سلطنتون اور جاپان کی تقریباً مسیحی سلطنت کے عقاید کا جزو بنگیا ہے، اور تو اور چین تک جو ایک متعصب و جامد مذہب کی غلامی سے آزاد ہے

بہ نسبت اسلامی ممالک کے، آج ترقی تمدن سے قریب تر ہے،

اسلام کے خلاف میرے تمام الزامات کی بہترین نظیر مصر کی موجودہ تاریخ مین مل سکتی ہے اسلام کے نزدیک مصر کی تاریخ کی ابتدا حملۂ عمرو بن العاص کے زمانہ سے جسکا سال وقوع ۶۴۰ء ہے، ہوتی ہے، مسلمانون نے مصر کی تاریخ قدیم پر کبھی بھی توجہ کی ہے؟ جامعہ ازہر مین مصر قدیم کے حیرت انگیز نظام تمدن، علوم و فنون، ادب و معقولات، عقاید و صنائع وغیرہ سے متعلق ایک حرف کی بھی تعلیم ہوتی ہے؟ ان چیزون پر یا تو جہالت کا پردہ پڑا ہوا ہے، اور یا انہین بالقصد تعصب سے چھپایا جاتا ہے، آج تک کسی مسلمان بادشاہ یا عالم نے تہر لیس، ایشیاے کوچک، شام، ایران، ایشیاء وسطی، یا افریقہ شمالی کے محققین آثار قدیمہ کے لئے کچھ بھی صرف کیا ہے؟ آج عربی، ترکی، فارسی، یا اردو زبان مین علم حجرات ارضیہ، انسان قبل التاریخ، سائنٹفک جغرافیہ، علم ہیئت (نجوم نہین) تاریخ ممالک غیر اسلامی، معدنیات، زراعت، حیوانیات، نباتات، یا کیمیائیات (کیمیاگری نہین) پر کوئی رسالہ موجود ہے؟

موجودہ تمدن کی طرف سے اسلام پر اصلی الزام یہی عاید ہوتا ہے، اور تاوقتیکہ اسلام اپنے تئین قرآن کی بیڑیون سے آزاد نہ کریگا، اور دوسری اقوام اور گذشتہ تاریخ سے اپنی گستاخانہ بے تعلقی سے تائب نہوگا۔ فطرت کا قطعی فتویٰ یہ ہے کہ وہ حکومت کے ناقابل رہیگا، نہ صرف اپنے ہم قومون پر، بلکہ ان اقوام پر بھی جنکا مذہب اس سے کمتر تنگ خیالی پر مبنی ہے، جو آج سے تیرہ سو برس پہلے کی پیمبر عرب کی دی ہوئی تعلیم مین موجود ہے۔"

مسٹر مارماڈیوک پکتھال نے جو اسوقت انگلستان کے ایک ممتاز اہل قلم ہین، اور خواجہ کمال الدین صاحب کی فیض صحبت سے حلقۂ اسلام مین داخل ہوچکے ہین، مضمون بالا کا

حسب ذیل جواب شائع کرایا:-

"سر ہنری جانسٹن آپکے پرچہ مورخہ ۱۷- اپریل مین دنیاے اسلام کی موجودہ غضبناکی کو اس امر پر محمول کرتے ہین کہ یورپ "تقسیم حقوق کر رہا ہے" تاہم ان کے نزدیک "اسلام کی مخالفت مستحق توجہ ہے"- نہ اسلئے کہ اسلام کو جائز مشکلات ہین، بلکہ

"اِسلئے کہ اسلام بالطبع ایک جنگجو و غیر روادار مذہب ہے، اور مسلمان یورپین تمدن کے دشمنون مین سب سے زیادہ قوی دست ہین"!

اُن کے خیال مین اسلام کی روش،

"موجودہ اصول تعلیم و تربیت، علوم و فنون، تمدن و معاشرت، غرض ہر اس چیز کے جو ترقی اور فلاح و بہبود کی طرف لیجانے والی ہے، سخت مخالف ہے"!

نہ اِسلئے کہ موجودہ مسلمان، اسلام کی حقیقی تعلیم سے ہٹ گئے ہین (جیسا کہ اصل واقعہ ہے) بلکہ اسلئے کہ "اِسلامی دماغ کا محور و مرکز قرآن کی جامد تعلیمات ہین"-

لیکن قرآن مین آیات ذیل میری نظر سے گذری ہین:-

اِن الّذین آمنوا والذین ھادوا والنّصٰریٰ والصابٔین مَن آمن باللہ والیوم الآخر و عمل صالحاً فلہم اجرہُم عند ربہم ولا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقر رکوع ۸)

جسکے صاف معنی یہ ہین کہ نجات کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہین، بلکہ ہر قوم و ملت کے شخص کو ایمان و حسن عمل کے ساتھ حاصل ہو سکتی ہے،

دوسری آیت، وقالوا لن یدخُلَ الجنۃ اِلّا من کان ھودًا او نصٰریٰ تِلک امانیھم قل ھاتوا بُرھانکم اِن کنتم صادقین۔ بلیٰ من اسلَم وَجْھَہٗ للہ وھو محسن فلہ اَجرُہٗ عند ربہ ولا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون (بقر، رکوع ۱۳)

اس سے زیادہ وسیع المشربی کی اور کیا تعلیم ہو سکتی ہے؟.

تیسری آیت، وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا اِنَّ اللہ لا یحب المعتدین (بق، رکوع ۲۴)

درحقیقت قرآن کی تعلیم جنگجوئی و عدم رواداری کے بالکل منافی ہے، بیشک قرآن نے جنگ کے ضوابط بھی بیان کیے ہین، لیکن یہ ضوابط ایسے ہین کہ اگر موجودہ یورپ انہین اختیار کرلے تو نوع انسان کے حق مین بہتر ہو، مسلم کے معنی قرآن و احادیث نبوی مین "متبع محمد" کے نہین بلکہ محض من اَسلم وجھہ لِلہِ وھو محسن کے ہین، یعنی اس شخص کے جو اپنے تئین خدا کے حوالہ کردیتا ہے، اور اعمال حسنہ کرتا رہتا ہے،

رہا یہ الزام کہ اسلام کے احکام ترقی تعلیم وغیرہ مین حارج ہوتے ہین، سو حدیث نبوی مین صاف ارشاد موجود ہے (اطلبوا العلم ولو کان فی الصین) یعنی علم حاصل کرنا چاہیئے خواہ وہ کوہ قوم سے اور سخت شدائد کے ساتھ ہو، آزاد خیالی، فکر و تدبر، اور تعلیم ہر مسلم مرد و عورت پر واجب ہے، مسلمانون کے انحطاط کا اصلی باعث صرف یہ تھا کہ ہنگامی طور پر ان مین فکر و اجتہاد کا خاتمہ اور تقلید کا زور ہو گیا تھا، اسی طرح جیسے کہ یورپ کی موجودہ ترقی کا راز انکی عقل آرائی و روشن خیالی مین مضمر ہے، لیکن حقیقتہً آزاد خیالی تعلیم اسلام کا ایک لازمی جزو ہی، درآنحالیکہ جہانتک مجھے علم ہے اس قسم کا کوئی حکم مسیحیت مین موجود نہین، مسلمانون کو اپنے اس زوال پر تنبہ ہوا اور اپنی پستی پر انہین سخت غیرت معلوم ہوئی، اس سے ان مین ترقی کی جدید تحریک پیدا ہوئی، اور منقولات و تقلید کی چار دیواری سے نکل کر انھون نے براہِ راست قرآن سے استفادہ شروع کیا، اسوقت انہین نظر آیا کہ انکی زندگی مین کتنے غیر اسلامی عناصر شامل ہو گئے تھے، نیز یہ کہ جن امور کو یورپ اپنی آزاد خیالی سے منسوب کرتا ہے، وہ کس حد تک قرآن سے ماخوذ ہین، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ استبداد مطلق العنانی کا خاتمہ ہو، مذہبی رواداری

پوری طرح قائم ہو، تعلیم جدید اصول پر مفت و عام ہو، اور غلامی کا رہا سہا دستور معدوم ہو جائے
یہ سب کچھ ہوا، لیکن اس تحریک اصلاح کا مرکز نہ قاہرہ تہا، جہان کی قدیم طرز کی یونیورسٹی (ازہر)
سر جانسٹن کی آنکھون مین اسقدر کھٹک رہی ہے، نہ مکہ تہا جسکی سرزمین ابتداء اسلام کی مظلومیت
کی یادگار ہے، اور پھر نہ بغداد و دمشق، بلکہ اسکا مرکز قسطنطنیہ تہا، یہی وہ مقام تہا جہان اسلام
اور مسیحیت کا اتصال ہوا، اور یہین مسلمانون کو یہ اُمید پیدا ہوئی کہ مسیحیت سے جو مصالحت
انکے پیمبر نے کرنا چاہی تھی پوری ہو کر رہیگی۔

یہ تحریک ابتداءً بالکل یورپ دوست تھی، اسکو امداد کی ضرورت تھی، اور اُس نے
مغربی یورپ کے سامنے دست اعانت پہیلایا، لیکن مغربی یورپ نے اسکے جواب مین کیا کیا
یہ کیا کہ اسے ہر طرح پامال کر ڈالنا چاہا، یہ کیون؟ اسلئے نہین کہ یہ تحریک "موجودہ ترقی تعلیم کے
منافی" تھی، بلکہ اِسلئے کہ اس تحریک کا رجحان اسلامی ہونے کی بنا پر اشتراکیت کی جانب تہا
اِسلئے کہ یہ سود خواری کے مخالف تھی، اسلئے کہ یہ محکوم قومون کی حامی تھی، جس سے حکمرانون کی
خود غرضیون کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تہا، ہان اِسلئے کہ اسکی بنا ان حالات و اسباب پر تھی جو
امن عام کی جانب موّدی تھے۔

ترکون کے ساتھ ہمارے طرز عمل کے خلاف ایشیا و افریقہ مین جو شعلۂ فساد روز افزون
قوت کے ساتھ بھڑکنے لگا ہے، اسکا اصلی سبب صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے طرز عمل سے دنیا کو
یقین دلا دیا ہے کہ ہم مسلمانون کو میدان ترقی مین بڑہنے کا جائز موقع بھی نہین دینا چاہتے
اور ہم نے اپنی جگہ پر تہیہ کر لیا ہے کہ اسلام کو اُبھرنے نہ دینگے، لیکن اسلام اُبھریگا اور ہمارے
علی الرغم اُبھریگا؛ البتہ ہمنے اپنے ایک ہونے والے دوست کو خواہ مخواہ اپنا دشمن بنا لیا ہے۔"

ایک اور انگریز مسٹر آر تہر دی لوئیس نے اسی مبحث پر حسب ذیل اظہار خیال کیا ہے،

"سر ہنری جانسٹن نے اپنے مضمون مین اسلام پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ علم کا دشمن
اور غیر اسلامی تاریخ سے ناآشنا ہے، تحریر مضمون کا محرک بیشک خواہشِ اتحاد عالم تھی جو قابلِ
تحسین ہے، اور یہ اتحاد صرف اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے، جب قوم و عقیدہ کے اختلافات
مٹ جائین گے لیکن اس مقصد کے حصول کی یہ صورت نہین کہ مسیحیت کے سامنے دوسرے
مذاہب مٹ جائین یا اسی مین ضم ہو جائین، اسکے حصول کی ممکن صورت صرف یہ ہے کہ جملہ
مذاہب و اقوام اپنے مشترک و متحد خصوصیات پر زور دین، اور ضد و خود بینی کے جذبات کو
بالاے طاق رکھدین، میرے نزدیک سر ہنری جانسٹن کے الفاظ ذیل یقیناً تنگ نظری
و تعصب کے نتائج ہین کہ

"بعثت مسیح سے سو برس قبل یہودیت مسیحیت مین محلول ہو چکی تھی اور یہ یہودیون کی
محض احمقانہ ضد ہے کہ آج وہ اپنے تئین علانیہ مسیحی قرار نہین دیتے۔"

اس لب و لہجہ کے اختیار کرنے کے بعد سر ہنری جانسٹن کو یہ کسی طرح زیب نہین دیتا کہ
وہ مسلمانون پر تاریخی تسلسل سے بیخبری یا غیر اسلامی دنیا سے بے تعلقی کا الزام لگائین، سر
ہنری جانسٹن کی مسیحیت تنگ نظری و تعصب مین کسی دوسرے مذہب سے کم نہین،

اسی سلسلہ مین مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی ایک مختصر مضمون لکھکر بھیجا جو ۵ امئی
کے پرچہ نیو اسٹیٹسمین مین شایع ہوا ہے جسکا ملخص ترجمہ مندرج ہے۔

"سر ہنری جانسٹن اسلام کی رواداری و آزاد خیالی مین شک کرتے ہین، اور ریورنڈ
ہارڈوک ناظرین کو رینان کے لکچر "اسلام و علم" کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہین لیکن اجازت ہو تو عرض کرون کہ

اس سلسلہ مین رینان کی "حیات مسیح علیہ السلام" کا مطالعہ بھی خالی از نفع نہوگا، اور اگر ریشنلسٹ سوسائٹی پریس کے مطبوعات کے بہم پہنچنے مین کچھ دقت ہو تو مین ڈریپر کی "معرکہ مذہب و سائنس" کے ملاحظہ کی سفارش کرونگا، اسکے بعد بھی اگر اسلام کی آزاد خیالی مین کچھ شک و شبہہ باقی رہجائے تو ڈاکٹر آرنلڈ کی "دعوت اسلام" سے مدد لینا چاہیئے،

مسلمانون کی چاردہ صد سالہ زندگی مین اسکی کوئی نظیر نہین ملتی کہ کسی عالم کو اسکی علمی تحقیقات کی بنا پر قتل کردیا گیا ہو، یا زندہ آگ مین جلا دیا گیا ہو، خلفاء و سلاطین اسلام کے دربار یہودی و مسیحی فضلا سے لبریز رہا کئے ہین، اور گستاخی معاف، یہ بھی واضح رہے کہ آج اس بیسوین صدی مین "متمدن" و "روشن خیال" یوروپین حکومتون کے تحت مین کسی غیر یوروپین کے اس مرتبہ و منصب تک پہنچنے کی کوئی مثال نہین ملتی، جسپر مسلمانون کے عہد حکومت مین ہمیشہ غیر مسلم پہنچتے رہے ہین،

ے رینان، فرانس کا مشہور فاضل و محقق، جسکی کتاب (Life of Jesus) (حیات مسیح) عیسائیون کے عام معتقدات کے بالکل مخالف ہے،

ے ریشنلسٹ سوسائٹی (انجمن عقلئین) ایک ربع صدی سے لندن مین قائم ہے، جسکا مقصد دنیا مین بجائے نقل روایت و تقلید کے عقل و آزاد خیالی کی ترویج ہے، اسکا پریس ابتک صدہا کتابین شایع کرچکا ہے، جنمین سے بعض ایسی ہین جنمین مسیحی تعصب و تنگ خیالی کی بوضاحت پردہ دری کیگئی ہی اس پریس نے رینان کی مذکورہ کتاب کو بھی شایع کیا ہے

ے امریکہ کے ڈاکٹر ڈریپر کی کتاب (Conflict between Religion & Science) جسکا اردو ترجمہ "معرکہ مذہب و سائنس" کے نام سے شایع ہوچکا ہے، اور جسمین بتفصیل دکھایا گیا ہی کہ مسیحیت نے قدم قدم پر علمی تحقیقات کی کیسی شدید مخالفت کی ہے۔

ے ڈاکٹر ڈبلیو، آرنلڈ کی کتاب (The preeching of Islam) جسکا اردو ترجمہ "دعوت اسلام" کے نام سے شایع ہوچکا ہی اور جسمین یہ ثابت کیا گیا ہی کہ اسلام کی اشاعت بزور نہین بلکہ ہمیشہ صلح و آشتی کے ساتھ ہوئی ہے۔

واقعہ اسلام کی رواداری کی دلیل ہے یا تعصب کی، کہ جو ممالک صدہا سال سے اسلام کے زیر نگین ہین، ان مین آج بھی مسیحیون اور یہودیون کی قدیم آبادیان موجود ہین جو صلح و امن کے ساتھ بے کھٹکے زندگی لبسر کر رہی ہین، درآنحالیکہ اسپین و سسلی مین جہان ایک زمانہ مین مسلمانون کی کثیر آبادی تھی، آج ایک بھی مسلمان نظر نہین آتا؟ کیا تاریخ اس حقیقت سے ناواقف ہے کہ کس ظالمانہ طریق پر مسلمانان اسپین جلا وطن اور فنا کئے گئے، اور اسکا انجام یہ ہوا کہ اسپین مین وہ اقتصادی قحط اور علمی انحطاط پیدا ہوگیا، جسکے اثرات آج تک دور نہین ہوسکے ہین؟ مسلمانان روس کے ساتھ اس دور روشن خیالی مین جو شقاوت برتی گئی ہے اسکا حال تلفیق الاخبار کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے جسکے دو مجلدات قازان مین شایع ہوئے ہین، پھر مسیحی یورپ مین یہودیون کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا رہا ہے کیا اسکا حال کسی سے مخفی ہے؟ لیکن اسکے مقابلہ مین ان کے ساتھ مصر، اسپین، شام، اور خود ٹرکی مین کیا برتاؤ رہا ہے یہی وہ طرز سلوک ہے جسمین اسلام کی رواداری و فراخدلی کی بہترین مثال ملتی ہے، جو حضرات اسکے مدعی ہین کہ انکی ہمدردیان نوع انسانی کے حدود تک وسیع ہین، براہ کرم وہ ان مظالم و شداید پر بھی ایک نظر کرین جو مسلمانون کو کریٹ، یونان، مقدونیہ و سردیہ مین پیش آتے رہے ہین اور آج بھی پیش آرہے ہین، پھر تاریخ عالم مین جو واقعات محاربات صلیبی کے نام سے موسوم ہین یہ کس قوم کی "رواداری" کے نتائج تھے؟

جو اصحاب راستی و دیانت کے ساتھ اسلام کی علمی و تمدنی کارنامون کی بابت واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہین انکی خدمت مین گستاولی بان کی "تمدن عرب" کے مطالعہ کی سفارش کرونگا۔

مسلمان عموماً دو بڑے طبقون مین منقسم ہین، عرب و غیر عرب، غیر عرب کے تحت مین ایرانی، ہندوستانی، ترک، و مغول وغیرہ سب شامل ہین، اور ان قومون مین فضلا و فلاسفہ بیسیون کی

تعداد مین نہین، بلکہ صدہا پیدا ہو چکے ہین، یہ سچ ہے کہ خاص عرب کی سرزمین سے ابتک کوئی ایسا فلسفی نہین پیدا ہوا ہے، جسکی عظمت تمام دنیا مین مسلم ہوتی، تاہم حوالی عرب یعنی یمن کے علاقہ مین دو ایک شخص اس پایہ کے پیدا ہوئے ہین، اور خاص عرب جو ابتک اس وصف سے محروم رہا، اسکا سبب صرف یہ ہے کہ عرب کے تمام ارباب علم نے اپنی توجہ مخصوص علم دین اسلام شریعت پر مبذول رکھی، لیکن یہی لوگ جب اپنے وطن سے باہر نکل کر شام، مصر، ٹیونس، الجزائر، مراکش و اسپین مین قدم رکھتے تھے تو انہین مین سے نامور حکما و فلاسفہ پیدا ہونے لگتے تھے، ان مشاہیر عرب کی شہرت قیامت تک قائم رہیگی کہ دنیا کے موجودہ ذخیرہ علم و حکمت کے اصلی ماخذ انہین کے کارنامے ہین، جو لوگ اسکے ثبوت کے متلاشی ہین انہین چاہیئے کہ ابن خلکان، ابن اصیبعہ، ابن سعید وابن ندیم کی ورق گردانی کرین، اگر ان کتابون کی مدد سے صحیح واقفیت پیدا کیجائے تو اسلام کی تنگ خیالی و تعصب پر کبھی زبان نہ کہل سکے،

یہین اسلامی تحریک کا وجود ان دماغون سے باہر کہین نہین ہے، جنپر "زرد خطرہ" یا "سرخ خطرہ" یا "سفید خطرہ" کا عفریت سوار رہتا ہے، میرے نزدیک تو پین اسلامزم کے ذہنی خطرہ سے جسکا وجود صرف مسیحی اوہام پرستون کے دماغون تک محدود ہے، بدرجہا زاید امن عالم کے لئے خطرناک یورپ کی ہوس ملک گیری وجوع الارض ہے، اور اس امر کا فیصلہ مین آپکے ان ناظرین کے جنھون نے مشرقی ممالک کی سیاحی کی ہے، انصاف پر چھوڑتا ہون کہ نوع انسانی کے لئے اپنے مذہب کے ساتھ جوش محبت رکھنا زیادہ خطرناک ہے یا یورپ کا جوش قومیت ؟ -

---

غالب

دیوان غالب اُردو کے جدید ایڈیشن (نظامی پریس بدایوان) پر ہندو تعلیم یافتہ گروہ کے ایک ممتاز رکن پنڈت منوہر لال زتشی ایم، اے، فیلو الہ آباد یونیورسٹی و انسپکٹر مدارس الہ آباد نے ایک انگریزی پرچہ مین ریویو تحریر کیا ہے، جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ ہندو اصحاب کے علمی طبقہ مین اردو شاعری خصوصاً غالب کی شاعری سے متعلق کیا خیالات ہین،

پنڈت صاحب موصوف لکھتے ہین کہ سالہا سال سے ہمارے ہم وطنون کے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ مین اردو شاعری بدنام رہی ہے، اور اس بدنامی کے اسباب واضح ہین مثلاً خود فن شاعری مین انحطاط، تعلیم یافتہ گروہ کی جاہلانہ رعونت، اور زمانہ کی خشک مزاجی وغیرہ، اسمین بھی شبہہ نہین کہ انیسوین صدی کا رُبع آخر خاص طور پر انحطاط کا زمانہ تھا، اور یہ کہنا ایک امر واقع کو بیان کرنا ہے، کہ اس دور مین مرزا داغ کو مستثنیٰ کرنے کے بعد، جنکا کلام باوجود شہوانی مضامین کے صحیح شاعری کا نمونہ ہے، ایک بھی اعلیٰ پایہ کا شاعر نہین پیدا ہوا، یہ زمانہ وہ تھا کہ اساتذہ قدیم وفات پا چکے تھے، اور اُنکے بجاے ہزارون نظم نویس جو نکل پڑے تھے، اُنمین سے بہترین افراد کا منتہاے کمال یہ تھا کہ رعایت لفظی کی پابندی اور حسن تناسب کے ساتھ قدیم مضامین کو از سرِ نو موزون کر دین، اور جو بدترین تھے انکی شاعری تو تمامتر فحاشی اور نفرت انگیز ابتذال کا مجموعہ تھی، انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کو یہ نمونہ دیکھکر نفس اُردو شاعری سے متعلق یہ بدگمانی ہوگئی کہ یہ محض عیاش و رنگین طبع اشخاص کے سامان ضیافت کے مرادف ہے، حالی اور اُن کے پیروون نے اس عام بدمذاقی کی راہ سے الگ ہو کر اردو شاعری کی اصلاح اور اسے فطرت (نیچر) کے مطابق بنانے کی کوشش کی، حالی بحیثیت مصلح کامیاب اور بحیثیت

شاعر ناکام رہے، انکی ناکامی کا اصلی راز یہ ہے کہ انھون نے شاعری مین بجائے جذبات کے خشک واقعات، اور بجائے تخیّل کے عقل سے کام لینا چاہا[1]، اور اُنھین کامیابی اس حیثیت سے ہوئی کہ ان کا اصلاح مذاق کا منتر کارگر ہوگیا، اردو شاعری سے فحاشی وابتذال کا عنصر دور ہوگیا، لوگون کا مذاق سخن درست ہوچلا، اور اسمین کوئی شبہہ نہین کہ زمانۂ حال کے بہترین شعرا اقبال، چکبست، وحسرت موہانی کا کلام اپنے پیشروؤن سے مضامین مین پاکیزہ تر، طرز ادا مین لطیف تر اور ادبی حیثیت سے صحیح تر ہے،

اس اصلاح کا ایک مفید نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اساتذۂ اُردو کے کلام کو از سرِ نو مقبولیت حاصل ہونے لگی، اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقون مین ان ہستیون کی جانب التفات پیدا ہونے لگا، جنکے امتیاز کو نہ زمانہ مٹا سکتا ہے، اور نہ جنکے مذاق سخن پر کبھی کسی کو حرف گیری کی گنجائش ہوسکتی ہے، ان اساتذہ مین غالب کا مرتبہ سب سے بلند ہے، اسلئے ہم سب کو نظامی پریس بدایون کا ممنون ہونا چاہیئے کہ اس نے پچھلے چند سال کے اندر دیوان غالب کے تین نہایت عمدہ ایڈیشن شایع کردیئے ہین، مضمون وزبان، عمق خیال وحسن ادا، مضمون آفرینی وشیرین بیانی، معنویت ودلکشی، ہر حیثیت سے غالب اسوقت تمام دوسرے شعرا سے زیادہ جدید طبقہ مین مقبول ومحبوب ہے، اور اگر یہ صحیح ہے کہ شاعری نام ہے الہامات فطری وموسیقیت کے ازدواج کا، علو خیال وحسن بیان کے اجتماع کا، تو اسمین کوئی شبہہ نہین کہ غالب کا یہ امتیاز ہمیشہ

[1] فاضل مضمون نگار کی اس رائے سے اتفاق کرنا دشوار ہے کہ حالی کو شاعری کی حیثیت سے ناکامی ہوئی، حالی کا قدیم عاشقانہ کلام کسی طرح مومن، شیفتہ، وآتش سے فروتر نہین، بلکہ انکی بعض غزلین تو اس پایہ کی ہین کہ انھین بلا تکلف دیوان غالب مین جگہ دیجاسکتی ہے، رہی کلام کی عام مقبولیت سو مسدس اور بعض دوسری نظمون، بیوہ کی مناجات، شکوۂ حالی سے بڑھکر اُردو مین شاید ہی کسی اور کا کلام مقبول ہوا ہو۔ (معارف)

قائم رہیگا، یہ بالکل صحیح ہے کہ غالب اپنی زندگی وشاعری کسی شے مین رسوم وتقلید کا پابند نہ تھا، ایک امریکی مصنف نے خوب کہا ہے کہ اگر انسان کو بڑا ہونا ہے تو اسے مجتہد ہونا چاہیئے، اور غالب اپنی زندگی کے ہر شعبہ مین قیود ورسوم سے آزاد تھا، مذہب کے جو معنی عموماً لئے جاتے ہین، اس معنی مین وہ ایک غیر مذہبی شخص تھا، اپنی نظم ونثر مین کہین بھی وہ مصطلح مفہوم مین خدا وغیرہ پر اپنا اعتقاد ظاہر نہین کرتا، البتہ اسکے ہر شعر مین ایک عمیق روحانیت جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے، اسکا کلام گویا ویدانت کا تصوف منظوم لباس مین ہے، اور غالب اپنے ایک ایک لفظ سے اپنے صوفی ہونے کا ثبوت دیتا ہے، اشعار ذیل ملاحظہ ہون،

اصل شہود وشاہد ومشہود ایک ہین   حیران ہون پھر مشاہدہ ہے کس حساب مین

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن   دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا   ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا

یہی نہین کہ غالب کا ہر شعر بجائے خود ایک داستان غم ہے، تلاش حقیقت کے لئے ایک نالۂ مضطر ہے، طلسم کشائی دہر کے لئے ایک صدائے درد ہے، بلکہ اسکے کلام مین تاثیر کا کمال یہ ہے کہ وہ پڑھنے والے کو بھی اپنا ہمرنگ بنا لیتا ہے، اور اسکے قلب مین اپنی ہی سی طرح جذبات پیدا کردیتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ براؤننگ کی طرح غالب مشکل پسند ہے، اور بے شبہہ اسکے کلام کے بعض حصون کے متعلق یہ خیال بالکل صحیح ہے، لیکن دوسری طرف اسکا ایسا کلام بھی موجود ہے جو اپنی صفائی وسادگی کے لحاظ سے بے نظیر ہے، اور جسمین حسن ادا ولطف بیان کے ساتھ ساتھ

سوز وگداز بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، مثلاً

کوئی اُمید بر نہین آتی	کوئی صورت نظر نہین آتی
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی	اب کسی بات پر نہین آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون	ورنہ کیا بات کر نہین آتی
ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی	کچھ ہماری خبر نہین آتی
مرتے ہین آرزو مین مرنے کی	موت آتی ہے پر نہین آتی
کعبہ کس منھ سے جاؤ گے غالب	شرم تمکو مگر نہین آتی

لیکن غالب پرستی کے لئے یہ ضروری نہین کہ دوسرے معبودان ادب کی خداوندی سے انکار کر دیا جائے، میر کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے، سو برس سے اسکی جو عظمت قائم ہے اسمین اب بھی فرق پڑنے کی کوئی وجہ نہین، اور عظمت بھی کیسی جسکا نیاضانہ اعتراف خود غالب کو ہے، ؎

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہین

آتش کا موضوع سخن محدود ہے، پھر بھی اپنی اس محدود و مختصر قلمرو مین اُسکی فرمانروائی مسلّم ہے، ؎

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگین کے کم نہین
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

انیس نے اپنے تئین صرف مرثیہ کے حدود کا پابند رکھا ؎

عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی مین	پانچوین پشت ہے شبیر کی مداحی مین

لیکن اس میدان مین اُن کا کوئی حریف نہین، اور اُنکی بعض رباعیات تو فصاحت کے دار الضرب مین سب سے زیادہ کھری ثابت ہوئی ہین،

آجکل سائنس کا دور دورہ ہے، زمانہ مادی علوم کی جانب متوجہ ہے، طلبہ کے لئے نل کی ساخت کے اصول جاننا زیادہ قابل قدر سمجھا جاتا ہے، بمقابلہ اسکے کہ کالیداس کے شکنتلا یا ورڈس ورتھ کے ٹنیسن ایسے کے لطائف ادبی پر انکی نظر ہو، ایسی حالت مین اسکی بہت سخت ضرورت ہے کہ ہمارے جذبات عالیہ واحساسات لطیفہ، مادی علوم کی تحقیقات، تجارتی ہنگامہ آرائیون، کاروباری چیخ پکار، اور سیاسی شور وشغب کے روز افزون بارے پامال ہونے سے کچھ تو محفوظ رہ سکین۔

اخبار علمیّۃ

ماہ گذشتہ مین ایک شخص مسمیٰ ٹامس میرس نے امریکہ مین وفات پائی، جسکی بابت خیال ہے کہ وہ دنیا کا معمر ترین شخص تھا، وفات کے وقت اسکی عمر ۱۲۶ سال کی تھی، اُس کے گھر مین انجیل کا ایک نسخہ تھا، جسپر اسکی تاریخ ولادت ۱۵ جنوری سنہ ۱۷۹۳ء درج تھی، اسکا مولد نارتھ ویلز (انگلستان) تھا، اُسکو نپولین کے زمانہ کی لڑائیان خصوصاً جنگ واٹرلو بطور چشمدید واقعات کے اچھی طرح یاد تھین، پچاس برس سے اسکی سکونت امریکہ مین تھی، اُسکی عمر ۲۶ سال کی تھی جب اسکی معشوقہ کا انتقال ہوگیا، اسوقت سے وہ برابر عورت کی صحبت سے محترز رہا

امریکہ مین یونیورسٹیان دو قسم کی ہین، ایک سرکاری، دوسرے پرائیوٹ، دونون کی مجموعی تعداد ۶۰۰ ہے، ریاستہائے متحدہ کی تقریباً ہر ریاست اپنی ایک علٰحدہ یونیورسٹی رکھتی ہے اور متعدد پرائیوٹ یونیورسٹیان، لیکن شہرت، ناموری، اور علمی کارنامون کے لحاظ سے عموماً پرائیوٹ یونیورسٹیان سرکاری یونیورسٹیون پر ہر طرح تفوق رکھتی ہین، چنانچہ ٹیل، ہرورڈ، کولمبیا، پرنسٹن وشکاگو کی مشہور عالم یونیورسٹیان غیر سرکاری ہین، ہر یونیورسٹی کے عموماً پانچ شعبے ہوتے ہین، شعبۂ علوم، شعبۂ فنون، شعبۂ زراعت، شعبۂ طب، اور شعبۂ قانون،

کالجون مین یہ تمام مضامین صرف دو عنوانات کے تحت مین آجاتے ہین، شعبۂ علوم، و شعبۂ فنون، اکثر یونیورسٹیون مین پانچ پانچ کالج ہوتے ہین:-

(۱) کالج برائے علوم وفنون،

(۲) کالج برائے انجینیرنگ،

(۳) کالج برائے زراعت،

(۴) کالج برائے طب،

(۵) کالج برائے قانون،

بعض یونیورسٹیون مین انکے علاوہ تجارتی کاروبار کے لئے بھی کالج ہوتے ہین، چند یونیورسٹیون مین صحافت یا فن اخبار نویسی کی بھی باقاعدہ تعلیم دیجاتی ہے، کچھ یونیورسٹیان ایسی بھی ہین جو بذریعہ مراسلت تعلیم دیتی ہین، طلبہ اپنی مشکلات اساتذہ کی خدمت مین بذریعہ ڈاک بھیجدیتے ہین، اور وہ ڈاک ہی سے اُن کے جوابات بھی ارسال کردیتے ہین، ہزارہا طلبہ جو باضابطہ مدارس مین داخل ہوکر تعلیم پانے کا وقت نہین نکال سکتے، اسی ذریعہ سے مستفید ہوتے رہتے ہین،

عموماً امریکی یونیورسٹیان حسب ذیل ڈگریان عطا کرتی ہین:-

(۱) اے، بی، (یہ ہمارے ہان کے بی، اے کے مرادف ہے، یعنی "بالغ العلوم")

(۲) بی، ایس، (یہ ہمارے ہان کے بی، اس، سی کے مرادف ہے، یعنی "بالغ الفنون")

(۳) ال، ال، بی، (قانونی گریجویٹ کی ڈگری)

(۴) اے، ایم، (یہ ہمارے ہان کے ایم، اے، کے مرادف ہے، یعنی "کامل العلوم")

(۵) ایم، اس، (یہ ہمارے ہان کے ایم، اس، سی کے مرادف ہے، یعنی "کامل الفنون")

(۶) پی، ایچ، ڈی، (ڈاکٹر آف فلاسفی، فلسفہ کی اعلیٰ ترین سند)

(۷) ایم، ڈی، (ڈاکٹر آف مڈیسن، طب کی اعلیٰ ترین سند)

(۸) ڈی، ڈی، ایس، (ڈاکٹر آف ڈینٹل سرجری۔ امراض دندان کے متعلق اعلیٰ ترین سند)

بعض یونیورسٹیون مین انکے علاوہ کچھ اور ڈگریان بھی ہوتی ہین، مثلاً ٹبل یونیورسٹی ایک خاص ڈگری، پی، ایچ، بی۔ (بیچلر آف فلاسفی) کی دیتی ہے،

صنف نسوان کے لئے امریکہ مین عموماً جداگانہ کالج ہین، اسی طرح طب، زراعت، تجارت، انجینیرنگ، وغیرہ مخصوص صنائع و فنون کے لئے، نیز طبقہ عمال کے لئے علٰحدہ کالج ہین جو یونیورسٹیون کی نگرانی سے آزاد ہین، بڑے بڑے کارخانہ دارون کے قائم کردہ کالج ان کے علاوہ ہوتے ہین، جنمین انکے اہل حرفہ کے بچے تعلیم پاتے ہین،

نیویارک (امریکہ) کے ایک نوتعمیر ہوٹل مین جسکا نام ایمبیسیڈر ہوٹل ہے، ایک عجیب وغریب صنعت یہ رکھی گئی ہے کہ اسکی چودہوین منزل پر جو سطح زمین سے تقریباً دوسو فٹ بلندی ایک چمن لگایا گیا ہے جو شاداب گھاس اور خوشنما پھولون کا مجموعہ ہے، اس چمن کا عرض بارہ فٹ اور طول دوسو فٹ ہے، اسکے گرد ایک نہایت نفیس اور مضبوط کٹہرہ بھی لگادیا گیا ہے تاکہ تماشائی بے خوف وخطر اسکی سیر کرسکین،

ایک قدیم مصری تاجدار توت اخ امر کا سنگین مجسمہ حال مین لودر کے عجائب خانہ نے دس ہزار پونڈ کی قیمت دیکر خرید کیا ہے، سنہ ۱۸۶۶ء سے یہ مجسمہ ایک فرنچ شہزادہ کے قبضہ مین چلا آتا تھا، اور بہت کچھ شکستہ حالت مین ہے، روایت ہے کہ ولادت مسیح سے ہزارہا سال قبل اس بادشاہ کے طریق حکومت سے برہم ہوکر اسکی رعایا نے اسکے مجسمہ کو غارت کرنیکی کوشش کی تھی

اگر ایک شخص یہ بیان کرے کہ پانی لوہے کو گلادیتا ہے تو کوئی بھی اسپر یقین نہ کریگا، لیکن ایک سائنس دان لکھتا ہے، کہ اگرچہ خالص و بے آمیز پانی برق آفرین نہین، لیکن اگر اہین کچھ بھی تیزابیت پیدا ہوجائے تو وہ فوراً موصل امواج برق بنجاتا ہے، اب اگر کسی تیزاب آمیز پانی کے ذخیرہ سے برقی رَو کو گذارین تو وہ پانی اپنے دو اجزا ترکیبی آکسیجن وہائڈروجن مین تقسیم ہوجائیگا، جنہین بآسانی شیشہ کے مرتبانون مین محفوظ کیا جاسکتا ہے، آکسیجن وہائڈروجن کے اس مرکب کو اگر ذرا سی بھی آگ دکھادین تو دفعتہً اسقدر تیز وشدید شعلۂ آتش پیدا ہوگا جو چند منٹ مین لوہے کی دبیز چادر کو بھی پگھلا دیگا،

امریکہ کی مشہور کولمبیا یونیورسٹی نے اپنے ہان ایک جدید قاعدہ یہ نافذ کیا ہے کہ اسکے طلبہ کو اپنے آخری دو برسون مین دنیا کی مشہور ترین کتب مین سے کم وبیش پچاس کی تعداد مین ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے، چنانچہ اس نے بیالیس ۴۲ مصنفین کے نام بھی ازخود پیش کئے ہین، جنکی تصانیف کا مطالعہ، اسکے نزدیک دنیا کے بہترین لٹریچر کا مطالعہ ہے، ان مصنفین کے اسمائے گرامی مع انکی قومیت یا زبان تصنیف کے حسب ذیل ہین:-

---

(۱)	ہومر	یونانی	(شاعر)
(۲)	ہیروڈوٹس		(مورخ)
(۳)	تھیوسی ڈایڈس		تذکرہ نویس
(۴)	عسقلیس		(شاعر و ڈراما نویس)
(۵)	یوریپیڈیس		(〃)

یونانی	(۶)	ارسٹافینز	(شاعر و ڈراما نویس)
	(۷)	فلاطون	(فلسفی)
	(۸)	ارسطو	(؍؍)
	(۹)	لکریشیس	(شاعر و فلسفی)
	(۱۰)	موفوکلیز	(شاعر و ڈراما نویس)
رُومی	(۱)	ورجل	(شاعر)
	(۲)	ہوریس	(؍؍)
	(۳)	پلوٹارک	(تذکرہ نویس)
	(۴)	مارکس آریلیس	(حکیم اخلاق)
ائمہ مسیحیت اور قرون وسطیٰ	(۱)	سینٹ اگسٹائن	(متکلم و واعظ)
	(۲)	نابیل انگن لائڈ	(؍؍)
	(۳)	ردلنڈ	(شاعر)
	(۴)	ٹامس اکوئیناس	(متکلم)
اطالوی	(۱)	دینتے	(شاعر)
	(۲)	پیٹرارک	
انگریز	(۱)	شکسپیر	(شاعر و ڈراما نویس)
	(۲)	ملٹن	(شاعر)
	(۳)	بیکن	(فلسفی)
	(۴)	ہیوم	(؍؍)

انگریز	(۵)	ایڈم اسمتھ	(اقتصادی)
	(۶)	مکالے	(ادیب)
	(۷)	ڈارون	(سائینٹسٹ)
	(۸)	لائل	(؍؍)
جرمنی	(۱)	لِسنگ	(شاعر و حکیم)
	(۲)	گیٹے	(؍؍)
	(۳)	شلر	(؍؍)
	(۴)	کینٹ	(فلسفی)
	۵	ہیگل	(؍؍)
	(۶)	نیٹشے	(مورخ و فلسفی)
فرنچ	(۱)	مولیار	(افسانہ نویس)
	(۲)	مانٹسکو	(ادیب)
	(۳)	والٹیر	(؍؍)
	(۴)	ردشو	(؍؍)
	(۵)	ہائیٹن	(؍؍)
	(۶)	ہیوگو	(افسانہ نویس)
روسی	(۱)	ٹالسٹائے	(حکیم و افسانہ نویس)
اسپینی	(۱)	سروینٹیس	(افسانہ نویس)

دنیا کا سب سے بڑا ہوٹل شکاگو (امریکہ) مین تعمیر ہونا تجویز ہوا ہے، انجنیرون نے اسکا جو نقشہ بنایا ہے، اسمین چار ہزار کمرے رکھے ہین! ہوٹل سے متعلق چار سو علحدہ باورچی خانے ہونگے، ایک تھیٹر ہال ہوگا، جسمین ڈہائی ہزار آدمی بیٹھ سکین گے، اور ایک عمارت سولہ منزلون کی ہوگی!! ہوٹل کے مجموعی مصارف کا تخمینہ ڈیڑہ کرور ڈالر قرار پایا ہے،

سر آرتہر ہیجٹ نے رایل جیوگرافیکل سوسائٹی کی خدمت مین دنیا کا ایک نقشہ پیش کیا ہے جو دو نصف دائرون کی شکل مین ہے، اور جو ہالینڈ مین سترہوین صدی کے وسط مین تیار ہوا تہا، اسکی ایک نقل برٹش میوزیم کے کتبخانہ مین بھی ہے، مگر وہ بعض حیثیات سے ناقص ہے، بخلاف اسکے یہ کاپی ہر طرح سے مکمل ہے-

---

مسیو بیرونی نے فرنچ اکاڈیمی آف سائنس کے سامنے آفتاب کی عمر سے متعلق اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ اسکو وجود مین آئے ہوئے بیس لاکھہ سال سے لیکر ساٹھ لاکھہ سال تک کی مدت ہوئی ہے،

رایل کالج آف سرجنس (لندن) کے سامنے پروفیسر کینتھ نے ایک لکچر کے دوران مین بعض ایسے آلات اور اعضاے جسم، جمجمہ وغیرہ پیش کیے، جن سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ ولادت مسیح سے پانچ ہزار سال قبل بھی جراحی و اعمال بالید کے وہ طریقے رائج تھے، جنہین عصر جدید کا پیداوار سمجھا جاتا ہے، اس زمانہ کے ایک روزنامچہ مین ان شرائین داوردہ کے نام تفصیل کے ساتھ ملے ہین! جنکی دریافت کو زمانۂ حال کے فن تشریح کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا تھا

امریکن فارسٹری میگزین لکھتا ہے کہ برٹش کولمبیا (جنوبی امریکہ) مین بعض درخت ایسے دریافت ہوئے ہین جنمین شکر پیدا ہوتی ہے، یہ شکر نیم رقیق و نیم جامد مادہ کی شکل مین درخت کی چہال سے رستی رہتی ہے، اور تھوڑی دیر مین معمولی شکر کی طرح جم کر خشک اور ٹھوس ہوجاتی ہے یہ شکر ذائقہ مین نہایت شیرین ہوتی ہے، اور اسکی ہر ڈلی ½ انچ سے لیکر ۲ انچ تک قطر مین ہوتی ہے، چھونے مین ذرا سخت ہوتی ہے، لیکن منھ مین ڈالتے ہی لعاب دہن کے اثر سے گہل جاتی ہے، اور کہانے مین چپکتی مطلق نہین، برٹش کولمبیا کے دیسی باشندون کو اس کا حال ہمیشہ سے معلوم تہا، اور وہ برابر اس سے شیرین کام ہوتے رہے، حکمران طبقہ کو البتہ اب اسکا حال معلوم ہوا ہے،

دنیا مین سب سے زیادہ جسامت کی بڑی تین گھڑیان (کلاک) امریکہ مین ہین، ان تینون مین سب سے بڑی گھڑی جرسی کے گھنٹہ گھر مین نصب ہے، اسکا قطر ۳۸½ فٹ کا ہی اور اسکی بڑی سوئی ۲۰ فٹ طویل ہے، اسکی چھوٹی سوئی کا وزن کئی من ہے، اور اسے روزانہ آدہ میل سے زیادہ کا چکر کاٹنا پڑتا ہے،

شمالی افریقہ کے مارخوار (سانپ کہانے والے) افراد ہر سال اپنی ایک کانفرنس منعقد کرتے رہتے ہین، اِدہر پانچ سال سے اسکا انعقاد ملتوی تہا، مگر اب چند روز ہوئے اسکا اجلاس ہوا، اسمین سترہ ماہرین فن ٹیونس، الجیریا، وغیرہ دُور دراز مقامات سے آکر شریک ہوئے جنمین سے اکثر افراد فرنچ سپاہ مین سپاہیون کی حیثیت سے فرانس کی سرزمین پر لڑ چکے تھے، چھوٹے بڑے چار سو زندہ سانپون سے زاید فراہم کیے گئے، اور ہر شخص اس امر کا امتحان

دیے بڑھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ سانپ جلد سے جلد نگل سکتا ہے، امتحان کا طریقہ یہ تھا کہ ہر شخص ایک سانپ کو پکڑ کر اسکے منھ کی طرف سے اپنے منھ مین رکھتا تھا، اور جونہی اسکی دم غائب ہوتی تھی فوراً اُسے باہر کھینچکر پھینکدیتا تھا، اور معاً دوسرا سانپ منھ مین رکھتا تھا، آخر مین جس شخص نے کم سے کم مدت مین چوبیس (۲۴) سانپ نگلے، وہ مستحق انعام قرار پایا، اور اُسے بطور تمغہ کے ایک گولہ جسمین پیتل کی کیلین اور زنجیرین لگی ہوئی تھین انعام ملا۔

مشہور ماہر طبیعیات سر آلیور لاج نے ادہر امریکہ مین متعدد لکچر دیئے، ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ موت کو انسانی ہستی کے خاتمہ کا مرادف قرار دینا قطعاً غلط ہے، موت کے وقت انسان اپنے جسم خاکی کو بے شبہہ چھوڑ دیتا ہے، لیکن اُسکا جوہر اصلی کسی دوسرے قالب یا شکل مین یقیناً باقی رہتا ہے۔

ادبیات

افادات اکبر

درد تو موجود ہے دل مین دوا ہو یا نہو — بندگی حالت سے ظاہر ہے خدا ہو یا نہو

جھومتی ہے شاخ گل کھلتے ہین غنچے دمبدم — با اثر گلشن مین تحریکِ صبا ہو یا نہو

وجد مین لاتے ہین مجھکو بلبلون کے زمزمے — آپ کے نزدیک بامعنی صدا ہو یا نہو

کر دیا ہی زندگی نے بزم ہستی مین شریک — اسکا کچھ مقصود کوئی مدعا ہو یا نہو

کیون سول سرجن کا آنا روکتا ہی ہمنشین — اسمین ہو اک بات آنر کی شفا ہو یا نہو

مولوی صاحب نہ چھوڑینگے خدا گو بخشدے — گھیر ہی لین گے پولس والے سزا ہو یا نہو

ممبری سے آپ پر تو وارنش ہو جائیگی — قوم کی حالت مین کچھ اس سے جلا ہو یا نہو

معترض کیون ہو اگر سمجھے تمھین صیاد دل — ایسے گیسو ہون تو شبہہ دام کا ہو یا نہو

حادثے اپنے طریقون سے گذرتے ہی رہے — کیون ہوا ایسا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے

صفحۂ ہستی پر آخر کس قلم کی ہے کشش — نقش مٹتے ہی رہے لیکن اُبھرتے ہی رہے

انتظار آخر اجل سے کر گیا یان ہمکنار — چشم بد دور آپ اپنے گھر سنورتے ہی رہے

یہ بات تو کھری ہی ہرگز نہین ہی کھوٹی — عربی مین نظم ملت، بی اے مین صرف روٹی

لیکن جناب لیڈر یہ شعر سُن کے بولے — بندھوائینگے یہ حضرت اس قوم کو لنگوٹی

اس بات کو خدا ہی بس خوب جانتا ہے
کسکی نظر ہے غائر کسکی نظر ہے موٹی

جو پوچھا دل سے اس جینے کا کیا مقصود آخر ہے
شکم بولا کہ اسکی بحث کیا بندہ تو حاضر ہے

شکم کی پیٹھ ٹھونکی نفس امارہ نے خوش ہوکر
صدای باطنی اٹھی کہ یہ کمبخت کافر ہے

اس سے تو اس صدی مین نہین ہمکو کچھ غرض
سقراط بولے کیا اور ارسطو نے کیا کہا

بہر خدا جناب یہ دین ہمکو اطلاع
صاحب کا کیا جواب تہا بابو نے کیا کہا

دینِ خدا ہے حق کی تجلّی کے واسطے
دنیا اٹھی ہے اپنی تعلّی کے واسطے

عارف جو ہین رہینگے وہ اللہ ہی کے ساتھ
اللہ ہی ہے انکی تسلّی کے واسطے

یہ ممبری کی دُہن مین مذہب سے منحرف ہین
مسجد مین متحد تھے ووٹون مین مختلف ہین

گائے کا تو کچھ ٹھکانا بھائی گاندہی نے کیا
شیخ جی کا اونٹ کس کل بیٹھتا ہی دیکھیے

مطبوعاتِ جدیدہ

تاریخ سہسرام ۔ سہسرام صوبہ بہار کا نہایت قدیم شہر ہے، جسکو شیر شاہ کے مولد ومنشا ہونے کا شرف حاصل ہے، مولوی ابو محمد صاحب مصلح نے اسکی ایک تاریخ لکھی ہے جسمین سہسرام کی قدامت، اسکے حکمران خاندان، اُسکے آثار قدیمہ، عمارات، مساجد، مقابر اور اوقاف وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے، پھر چھتیسوین فصل مین سہسرام کے مشائخ، اولیا، اور اُسکے بعد اہل قلم، اہل سیف، اور دیگر مشاہیر کے حالات لکھے ہین، اُنتالیسوین فصل مین سہسرام کے مناظر طبیعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اور یہین پر کتاب کی جلد اول ختم ہوگئی ہی، اسکے بعد دوسری جلد شروع ہوئی ہے، جسکی دو فصلین اس جلد مین بھی شامل کیگئی ہین، کتاب کی ترتیب مین مولوی صاحب موصوف نے نہایت محنت، دقت، اور عرقریزی سے کام لیا ہے، اور تاریخ کی مختلف کتابون کے علاوہ مختلف یادداشتون، شجرون، نسب نامون، اور کتبون سے بھی مدد لی ہے، جس سے کتاب مفصل ہونے کے ساتھ دلچسپ بھی ہوگئی ہے، بہر حال یہ مولوی صاحب موصوف کی پہلی کوشش ہے جسکے لئے وہ داد کے مستحق ہین، کتاب کی قیمت عمر ہے، اور محمد عبد الرحمن خان محلہ عالم گنج سہسرام (ضلع آرہ) سے مل سکتی ہے،

شباب اردو ۔ وطن بلڈنگ لاہور سے اس نام کا ایک ادبی رسالہ جاری ہوا ہے جسکے ایڈیٹر خان احمد حسین خان بی، اے، آنریری ایڈیٹر خان بہادر شیخ عبد القادر بی، اے سابق ایڈیٹر مخزن، جائنٹ ایڈیٹرز خانصاحب شیخ عبد العزیز بی، اے اور خواجہ دل محمد ایم اے ہین، اور رسالہ کی ایک ایسی خصوصیت ہے، جسمین ابتک ہماری زبان کے صرف دو تین

رسالے اسکے شریک ہوسکے ہین، مضامین کے لحاظ سے پرچہ دلچسپ ہے، اور نظمین بھی عمدہ ہین اسمین کبھی کبھی مشاہیر کی تصویرین بھی شامل کیجاتی ہین، چنانچہ اس پرچہ مین لسان العصر اکبر الہ آبادی کی تصویر شامل کیگئی ہے، قیمت ؎ رسالانہ ہی اور مذکورہ بالا پتہ سے ملسکتا ہے۔

اَدیب، ممالک متوسط کے دار السلطنت ناگپور سے یہ ایک علمی رسالہ جاری ہوا ہے جسکے ایڈیٹر مولوی عبد الغنی صاحب ایم، اے (علیگ) ہین، ہمارے پیش نظر اسکا دوسرا نمبر ہے جو مضامین کے لحاظ سے قابل داد ہے، نظم کا حصہ بھی اچھا ہے، چنانچہ اس نمبر مین علامہ شبلی مرحوم کی ایک غزل شایع کیگئی ہے، زبان کے لحاظ سے البتہ کسیقدر اصلاح کی ضرورت ہے، جو نہایت آسانی کے ساتھ کیجاسکتی ہے، رسالہ کی قیمت (۳) روپئے رسالانہ ہے جو اسکی ضخامت اور ظاہری محاسن کے لحاظ سے مناسب ہے، پتہ: ادیب، ناگپور۔

تاج، یہ ایک ہفتہ وار اخبار ہے جو جبل پور سے تاج الدین صاحب کی ایڈیٹری مین دوبارہ جاری ہوا ہے، تاج الدین صاحب مذہبی اور قومی تحریکات کے سلسلہ مین عام طور پر روشناس ہو چکے ہین، اِسلئے اُنکا نام لینے کے بعد یہ بتانے کی ضرورت باقی نہین رہتی کہ یہ پرچہ کس نوعیت اور کس مرتبہ کا ہوگا، اخبار پر قیمت درج نہین ہی، مذکورہ بالا پتہ سے ملیگا۔

جلد ششم	ماہ ذیحجہ سنہ ۳۸ھ مطابق ستمبر سنہ ۲۰ء	عدد سوم

مضامین

جدید مطبوعات

رُوح الاجتماع، یعنی ڈاکٹر لی بان کی کتاب "جماعتہائے انسانی" کے اصول لغیبہ کا ترجمہ از مولانا محمد یونس فرنگی محلی، قیمت عار

"مینجر"